عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

چیئرمین: احناف ٹرسٹ

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مذہب اہل السنت والجماعت

حضور علیہ السلام وفات کے بعد اپنی قبر اطہر میں بتعلق روح زندہ ہیں، روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام آپکی خدمت اقدس میں پہنچایا جاتا ہے

مذہب اہل بدعت

حضور علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اعلی علیین میں اجساد مثالیہ کے ساتھ زندہ ہیں جسم عنصری محفوظ تو ہے مگر زندہ نہیں اور روضہ اقدس پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام نہ آپ سنتے ہیں نہ ہی جواب دیتے ہیں سماع صلوٰۃ وسلام کی حدیث موضوع اور من گھڑت ہے۔

{ندائے حق۔ از محمد حسین نیلوی، مقالات نیلوی۔ عقائد علماء اسلام مولوی شہاب الدین خالدی}

دلائل اہل السنت والجماعت

قرآن مع التفسیر اور عقیدہ حیات انبیاء

آیت 1:

"وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ"

(البقرۃ آیت 154)

تفسیر 1:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی 1225ھ "فذهب جماعة من العلماء إلى ان هذه الحيوة مختص بالشهداء والحق عندى عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد"

(تفسیر مظہری ج:1 ص:152)

یعنی بعض علماء کے نزدیک اس آیت میں جس حیات کا ذکر ہے وہ صرف شہداء کو ملتی ہے۔ لیکن صحیح قول کے مطابق انبیاء کو حیات شہداء سے بھی بڑھکر ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ شہید کی بیوی سے نکاح جائز ہے مگر نبی کی بیوی سے جائز نہیں

تفسیر 2:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی المتوفی 1362 اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتی کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے مثل زواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

(بیان القرآن ج:1 ص:97)

تفسیر 3:

مولانا عبد الحق حقانی فرماتے ہیں کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا، گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور شہدائے عظام کے اجساد سے ظاہر ہوا ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام بھی شریک ہیں اور اس کے درجات متفاوت ہیں۔ (تفسیر حقانی ج:1 ص:594)

تفسیر 4:

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں: یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اسلامی روایات کی رو سے ہر مرنے والے کو برزخ میں ایک خاص قسم کی حیات ملتی ہے جس سے وہ قبر کے عذاب یا ثواب کو محسوس کرتا ہے اس میں مؤمن و کافر یا صالح و فاسق میں کوئی تفریق نہیں لیکن اس حیات برزخی کے مختلف درجات ہیں ایک درجہ تو سب کو عام اور شامل ہے کچھ مخصوص درجے انبیاء علیہم السلام و صالحین کے لئے مخصوص ہیں اور ان میں بھی باہمی تفاضل ہے ۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے حکیم الامت کی بیان القرآن والی تفسیر نقل فرمائی ہے کہ یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔

(معارف القرآن ج:1 ص:397)

آیت 2:

" وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ "

(آل عمران آیت 169)

تفسیر 1:

ماثبت فی القرآن الکریم من نص علی حیاۃ الشھداء فی قولہ تعالیٰ " وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ "والرسل اکمل من الشھداء بدون شك ولذلك کانوا احق بالحیاۃ منھم۔

(حیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم بعد وفاتھم ص:35)

تفسیر 2:

قال الامام تقی الدین سبکی المتوفی 756ھ والکتاب العزیز یدل علی ذالك ایضاً قال اللہ تعالیٰ:" وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ "{آل عمران 169} واذاثبت ذلك فی الشھید، ثبت فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجوہ: احدھا: ان ھذہ رتبۃ شریفۃ اعطیت للشھید کرامۃلہ. ولا رتبۃ اعلی من رتبۃ الانبیاء. ولاشك ان حال الانبیاء اعلیٰ و اکمل من حال جمیع الشھداء. فیستحیل ان یحصل کمال للشھداء. ولا یحصل للانبیاء. لا سیما ھذا الکمال الذی یوجب زیادۃ القرب و الزلفیٰ والنعیم. والانس بالعلی الاعلی.

الثانی ان ھذہ الرتبۃ حصلت للشھداء اجرا علی جھادھم. وبذلھم انفسھم للہ تعالیٰ. والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ھوالذی سن لنا ذلك ودعانا الیہ وھدانا لہ باذن اللہ تعالیٰ و توفیقہ. وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ. فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ. ومن سن سنۃ سیئۃ. فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ ۔۔۔۔۔ الثالث: ان انبی صلی اللہ علیہ وسلم شھید. فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لما سم بخیبر واکل من الشاۃ المسمومۃ. وکان ذلك سما قاتلا من ساعتہ. مات منہ بشر ابن البراء رضی اللہ عنہ. وبقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ذلك معجزۃ فی حقہ، صار الم السم یتعاھدہ الی ان مات بہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ "ماز الت اکلۃ خیبر تعاودنی. حتیٰ کان الان اوان قطعت ابھری"

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ص:403 تا 406)

تفسیر3:

قال الامام الحافظ محمد بن عبد الرحمن السخاوی الشافعی المتوفی 902ھ ومن ادلة ذلك ایضاً قوله تعالیٰ " وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ "فان الشهادة حاصلة له صلی الله علیه وسلم علی اتم الوجوه لانه شهید الشهداء وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغیرهما رضی الله عنهم بانه صلی الله علیه وسلم مات شهیداً۔

(القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ص:173)

تفسیر4:

قال الامام الحافظ العلامه جلال الدین سیوطی المتوفی 911ھ وقد قال تعالیٰ فی الشهداء "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ "والانبیاء اولی بذلك فهم اجل و اعظم. وما من نبی الا وقد جمع مع النبوۃ وصف الشهادة. فید خلون فی عموم لفظ الایة۔

(الحاوی للفتاوی ص:556)

تفسیر5:

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں

وورد النص فی کتاب الله فی حق الشهداء أنهم أحیاء یرزقون وأن الحیاۃ فیهم متعلقة بالجسد فکیف بالأنبیاء والمرسلین وقد ثبت فی الحدیث أن الأنبیاء أحیاء فی قبورهم رواه المنذری وصححه البیهقی وفی صحیح مسلم عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال مررت بموسى لیلة أسری بی عند الکثیب الأحمر وهو قائم یصلی فی قبره

(نیل الاوطار ج:3ص:263)

حیات شہداء سے حیات انبیاء پر استدلال کرنے والے چند علماء

1:قال الامام الحافظ المحدث ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی المتوفی 458 وهذا إنما یصح علی أن الله جل ثناؤه رد إلی الأنبیاء علیهم السلام أرواحهم فهم أحیاء عند ربهم کالشهداء۔

(حیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم بعد وفاتھم ص:111)

2:قال الامام ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبی المتوفی 671ھ" قال شیخنا أحمد بن عمر : و الذی یزیح هذا الإشکال إن شاء الله تعالی أن الموت لیس بعدم محض، و إنما هو انتقال من حال إلی حال. و یدل علی ذلك: أن الشهداء بعد قتلهم و موتهم أحیاء عند ربهم یرزقون، فرحین مستبشرین، و هذه صفة الأحیاء فی الدنیا و إذا کان هذا فی الشهداء، کان الأنبیاء بذلك أحق و أولی، مع أنه قد صح عن النبی صلی الله علیه و سلم أن الأرض لا تأکل أجساد الأنبیاء و أن النبی صلی الله علیه و سلم قد اجتمع بالأنبیاء لیلة الإسراء فی بیت المقدس، و فی السماء و خصوصاً بموسی و قد أخبرنا النبی صلی الله علیه و سلم بما یقتضی ان الله تبارك و تعالی یرد علیه روحه حتی یرد السلام علی کل من یسلم علیه إلی غیر ذلك مما یحصل من جملته القطع بأن موت الأنبیاء إنما هو راجع إلی أن غیبوا عنا بحیث لا تدرکهم، و إن کانوا موجودین أحیاء. و ذلك کالحال فی الملائکة فإنهم موجودون أحیاء و لا یراهم أحد من نوعنا إلا من خصه الله بکرامة من أولیائه. و إذا تقرر أنهم أحیاء فإذا نفخ فی الصور نفخة الصعق صعق کل من فی السموات و من فی الأرض إلا من شاء الله فأما صعق غیر الأنبیاء فموت. و أما صعق الأنبیاء. فالأظهر: أنه غشیة. فإذا نفخ فی

الصور نفخة البعث. فمن مات حيي و من غشي عليه أفاق"

(التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ص:212)

3: قال الامام الحافظ المحدث ابوزکریا النووی المتوفی 676 فان قیل کیف یحجون ویلبون وهم أموات وهم فی الدار الآخرة ولیست دار عمل فاعلم أن للمشائخ وفیما ظهر لنا عن هذا أجوبة أحدها أنهم كالشهداء بل هم أفضل منهم والشهداء أحياء عند ربهم

(شرح مسلم ج1ص94 باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

4: قال الامام الحافظ المحدث ابن حجر العسقلانی المتوفی 852 وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء

(فتح الباری ج6ص595)

5: لأن الأنبياء أحياء عند الله وأن كانوا في صورة الأموات بالنسبة إلى أهل الدنيا وقد ثبت ذلك للشهداء ولا شك أن الأنبياء أرفع رتبة من الشهداء

(فتح الباری ج6ص444 قوبہ وفاۃ موسی)

آیت 3:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

(النساء 64)

وقوله وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا يرشد تعالى العصاة والمذنبين إذا وقع منهم الخطأ والعصيان أن يأتوا إلى الرسول صلى الله عليه وسلم فيستغفروا الله عنده ويسألوه أن يستغفر لهم فإنهم إذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم ولهذا قال لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا

وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبو نصر بن الصباغ في كتابه "الشامل" الحكاية المشهورة عن العُتْبي قال كنت جالسا عند قبر النبي صلى الله عليه وسلم فجاء أعرابي فقال السلام عليك يا رسول الله سمعت الله يقول وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا وقد جئتك مستغفر الذنبي مستشفعا بك إلى ربي ثم أنشأ يقول

يا خيرَ من دُفِنَت بالقاع أعظُمُه ... فطاب منْ طيبهنّ القاعُ والأكَمُ

نَفْسي الفداءُ لقبرٍ أنت ساكنُه ... فيه العفافُ وفيه الجودُ والكرمُ

ثم انصرف الأعرابي فغلبتني عيني فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقال يا عُتْبي الحقْ الأعرابيّ فبشره أن الله قد غفر له

تفسیر ابن کثیر ج2ص348 الدر المنثور ج2ص474 القول البدیع ص168،167، کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ نووی ص:455،454، حاشیہ علی شرح الایضاح ابن حجر المکی ص:489، کتاب المناسک ملا علی قاری ص:512

واقعہ کی تحسین کرنے والے چند حضرات:

1: قال الامام الحافظ المحدث ابوزکریا النوری المتوفی 676ھ ومن احسن ما یقول ما حکاہ اصحابنا عن العتبی مستحسنین له

، کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ نووی ص454

2:قال الامام تقی الدین السبکی وحکایة العتبی فی ذالك مشهورة وقدحکاها المصنفون فی المناسك من جمیع المذاهب والمورخون وکلهم استحسنوها ورأوها من آداب الزائر وما ینبغی له

شفاء السقام ص235،236

3:قال الامام علی بن احمد السمهودی ومن أحسن ما یقول ما حکاه أصحابنا عن العتبیؒ مستحسنین له

خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفی ج1 ص56

فائدہ

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ھیں مواہب میں بسند امام ابو المنصور صباغ، ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمھم اللہ تعالی محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یاخیر الرسل اللہ تعالی نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور آپ کے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور ان محمد بن حرب کی وفات 228 ہجری میں ہوئی ہے غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص243،242

یہ حکم آج بھی باقی ہے:

1: وبالکتاب لقوله تعالی ولو إنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك الآیة لحثه علی المجیء إلیه والاستغفار عنده واستغفاره للجاءین وهذه رتبة لا تنقطع بموته....... وقد فهم العلماء من الآیة العموم واستحبوا لمن أتی القبر أن یتلوها ویستغفر الله تعالی وأوردوا حکایة العتبی الآتیة فی کتبهم مستحسنین لها

خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفی ج1 ص45

2:والآیة وان وردت فی اقوام معینین فی حالة الحیاة فتعم بعموم العلة کل من وجد فیه ذالك الوصف فی الحیاة وبعد الموت ولذالك فهم العلماء من الآیة العموم فی الحالتین واستحبوا لمن أتی الی قبره صلی الله علیه وسلم أن یتلوا هذه الآیة ویستغفر الله تعالی

شفاء السقام ص235

3: قرآن مجید کی سورۃ نساء آیت 64 (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ) کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہوں

آب حیات ص52

4: مفتی شفیع صاحب اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم سے ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اس کے لئے دعائے مغفرت

کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی "قد غفر لک "یعنی مغفرت کر دی گئی۔

(معارف القرآن ج:2ص:456۔460)

5:علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ھیں فثبت أن حکم الآیۃ باق بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فینبغی لمن ظلم نفسہ أن یزور قبرہ ویستغفر اللہ عندہ فیستغفر لہ الرسول

اعلاء السنن ج10ص498

آیت سے حیات پر استدلال کرنے والے چند حضرات:

1: قرآن مجید کی سورۃ نساء آیت 64(وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ) کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہوں

آب حیات ص52

2:واستدلوا علی انہا مندوبۃ بقولہ تعالیٰ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ والنبی حی فی قبرہ بعد موتہ ......واذا ثبت انہ حی بعد وفاتہ فالمجئی الیہ بعد وفاتہ کالمجئی الیہ قبلہ

اوجز المسالک ج2ص339،338

3:احتج القائلون بأنہا مندوبۃ بقولہ تعالیٰ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ ووجہ الاستدلال بہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث

اعلاء السنن ج10ص498

آیت4:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

(الانفال33)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے۔۔۔۔۔
خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی

معارف القرآن ج4ص225

آیت5

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

"(سورۃ الاحزاب آیت45)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تمام انبیاء خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کی یہ حیات برزخی

ہے عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں

(معارف القرآن ج:7ص:177-178)

آیت 6

" وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا "

(سورۃ الاحزاب آیت 53)

تفسیر 1

قاضی ثناء اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں " وجاز ان یکون ذلك لاجل ان النبی صلی اللہ علیه وسلم حیّ فی قبرہ ولذلك لم یورث ولم یتئم أزواجه عن أبی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من صلی علیّ عند قبری سمعته ومن صلّی علیّ نائیاً أبلغته رواہ البیهقی فی شعب الایمان "

(تفسیر مظہری ج:7ص:373)

تفسیر 2

حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں

(نبی علیہ السلام کی حیات)حیات ناسوتی کے قریب قریب ہے چنانچہ بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں دیکھئے زندہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں (خطبات حکیم الاسلام ج:5ص؛33)

آیت 7

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ

(السجدۃ 23)

فلا تکن فی مریة من لقائه قال کان قتادۃ یفسرها أن نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد لقی موسی علیه السلام

صحیح مسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی السماوات وفرض الصلوات

فلا تکن فی شك من لقاء موسی فإنك تراہ وتلقاہ

تفسیر کبیر تحت ھذہ الآیۃ

آیت 8

" وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا "

(سورۃ الزخرف آیت 45)

قال ابن عباس و ابن زید لما أسری برسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم من المسجد الحرام إلی المسجد الأقصی وھو مسجد بیت المقدس بعث اللہ له آدم ومن ولد من المرسلین وجبریل مع النبی صلی اللہ علیه و سلم فأذن جبریل صلی اللہ علیه و سلم ثم أقام الصلاۃ ثم قال یا محمد تقدم فصل بھم فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم قال له جبریل سل یا محمد من أرسلنا من قبلك من رسلنا أجعلنا من دون الرحمن آلھة یعبدون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم لا أسأل قد اکتفیت.....

قلت وھذا ھو الصحیح فی تفسیر ھذہ الآیة

تفسیر قرطبی تحت ھذہ الآیۃ

اس آیت کے تحت خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں "یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء"

(مشکلات القرآن ص:234)

بقول حافظ ابن حجر عسقلانی لیلۃ الاسراء کی یہ ملاقات روح مع الجسد والا قول راجح اور موید بالحدیث ہے

وقد استشكل رؤية الأنبياء في السماوات مع ان اجسادهم مستقرة في قبورهم بالأرض وأجيب بأن ارواحهم تشكلت بصور أجسادهم أو احضرت اجسادهم لملاقاة النبي صلى الله عليه و سلم تلك الليلة تشريفا له وتكريما ويؤيده حديث عبد الرحمن بن هاشم عن أنس ففيه وبعث له آدم فمن دونه من الأنبياء فافهم

فتح الباری ج7ص210

آیت 9

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"

(سورۃ الحجرات آیت 2)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا محمد مالک کاندھلوی فرماتے ہیں:

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں تو فرمایا اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیی (زندہ) ہیں۔

(معارف القرآن تکملہ ج:7ص:487)

عقیدہ حیاۃ الانبیاء علیہم السلام اور احادیث مبارکہ

حدیث 1:

"روى الامام الحافظ ابو يعلى الموصلي حدثنا أبو الجهم الأزرق بن علي حدثنا يحيى بن أبي بكير حدثنا المستلم بن سعيد عن الحجاج عن ثابت البناني: عن أنس بن مالك: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون)

"(مسند ابی یعلی ج:6ص:147، رقم الحدیث 3425، تاریخ اصبہان ج:2ص:44، مجمع الزوائد ج:8ص:386، فیض القدیر ج:3ص:239، حاشیہ ابن حجر مکی ص:481 حیاۃ الانبیاء بیھقی ص:70-72-74، شفاء السقام ص:391)

مصححین ومستدلین:

1: امام بیہقی نے یہ روایت کئی طرق سے نقل کرکے استدلال کیا ہے۔ (حیاۃ الانبیاء)

2: امام تقی الدین سبکی۔ (شفاء السقام ص:391)

3: حافظ ابن حجر عسقلانی۔ (فتح الباری ج:6ص:594-595)

4: امام ہیثمی۔ (مجمع الزوائد ج:8ص:386)

5: ملا علی قاری حنفی۔ (مرقات ج:3ص:415)

6: علامہ عبدالرؤف مناوی (فیض القدیر ج:3ص:239)

7: امام سمہودی: وقد قال صلى الله عليه وسلم كما رواه الحافظ المنذري على بعد وفاتي كعلي في حياتي ولأبن عدي في كامله وأبي

بعلی برجال ثقات عن أنس رضی اللہ عنہ مرفوعا الأنبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون وصححہ البیهقی

[خلاصۃ الوفاء ج1 ص43]

8: وجمع البیهقی کتابا لطیفا فی حیاۃ الأنبیاء وروی فیہ بإسناد صحیح عن أنس مرفوعا الأنبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون

[شرح زرقانی ج4 ص357]

9: امام سیوطی [انباء الاذکیاء]

10: علامہ عزیزی وھو حدیث صحیح [السراج المنیر ج2 ص134 بحوالہ تسکین الصدور ص213]

11: شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ (مدارج النبوۃ اردو ج:2 ص؛527)

12: علامہ شبیر احمد عثمانی (فتح الملہم ج:2 ص:388)

13: علامہ انور شاہ کشمیری۔ (فیض الباری ج:2 ص:64)

یرید بقولہ الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط" ۔(مجموعہ رسائل ج:2 ص:119)

14: شیخ الحدیث مولانا زکریا [فضائل درود شریف]

15: علامہ عثمانی [اعلاء السنن ج10 ص505]

16: فتاوی حقانیہ [ج1 ص158]

17: خیر الفتاوی [ج1 ص98]

18: مولانا نصیر الدین غور غشتوی [حاشیہ مشکوۃ ص112]

19: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر [تسکین الصدور ص212]

20: قاضی شوکانی (نیل الاوطار ج:3 ص:263)

لأنہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ وروحہ لا تفارقہ لما صح أن الأنبیاء أحیاء فی قبورهم

تحفۃ الذاکرین لشوکانی ج1 ص42

21: ارشاد الحق اثری۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ ج:3 ص:379)

حدیث 2:

"حدثنا هداب بن خالد وشیبان بن فروخ قالا حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت البنانی وسلیمان التیمی عن أنس بن مالک أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال أتیت وفی روایة هداب مررت علی موسی لیلة أسری بی عند الکثیب الأحمر وهو قائم یصلی فی قبره"

(صحیح مسلم ج:2 ص:268، باب من فضائل موسیٰ)

حدیث 3:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

(سنن ابی داؤد ج:1 ص:286 ، السنن الکبری باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسند احمد رقم 10815، مسند اسحاق بن راہویہ رقم 526،

مصححین ومستدلین

1: حافظ ابن حجر۔ (فتح الباری ج:6 ص:596)

2:امام نووی۔ (کتاب الاذکار ص:152

3:امام تقی الدین سبکی۔ (شفاء السقام ص:161)

4:امام سخاوی۔ (القول البدیع ص:161)

5:حافظ ابن تیمیہ۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج:1 ص:195)

6:علامہ عزیزی اسنادہ حسن [السراج المنیر ج3 ص297 بحوالہ تسکین الصدور ص295]

7:امام ابن کثیر وصححہ النووی فی الأذکار

[تفسیر ابن کثیر تحت الآیہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا]

8:علامہ زرقانی ما من أحد یسلم علی إلا رد اللہ علی روحی حتی أرد علیہ السلام أخرجہ أبو داود ورجالہ ثقات

[شرح زرقانی ج4 ص357]

9:امام سمہودی ولأبی داود بسند صحیح عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ما من أحد یسلم علیّ إلا ردّ اللہ علیّ روحی حتی أرد علیہ السلام

[خلاصۃ الوفاء ج1 ص42]

10: قال الألبانی حسن

[سنن ابی داود باب زیارۃ القبور]

11: ما من أحد یسلم علی إلا أرد علیہ السلام لأنی حی أقدر علی رد السلام

عون المعبود شمس الحق عظیم آبادی ج6 ص19

12: (ما من أحد یسلم علی إلا رد اللہ علی) .....(روحی) یعنی رد علی نطقی لأنہ حی علی الدوام وروحہ لا تفارقہ أبدا لما صح أن الأنبیاء أحیاء فی قبورھم (حتی أرد) غایۃ لرد فی معنی التعلیل أی من أجل أن أرد (علیہ السلام) ھذا ظاھر فی استمرار حیاتہ لاستحالۃ أن یخلو الوجود کلہ من أحد یسلم علیہ عادۃ

[فیض القدیر ج5 ص596]

ردروح کا مطلب

ووجہ الإشکال فیہ أن ظاھرہ أن عود الروح إلی الجسد یقتضی انفصالھا عنہ وھو الموت

وقد أجاب العلماء عن ذلک بأجوبۃ.......الرابع المراد بالروح النطق فتجوز فیہ من جھۃ خطابنا بما نفھمہ الخامس أنہ یستغرق فی أمور الملأ الأعلی فإذا سلم علیہ رجع إلیہ فھمہ لیجیب من سلم علیہ

[فتح الباری ج6 ص488]

قَالَ: "مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ".وَمَعْنَاهُ وَاللهُ أَعْلَمُ، " إِلَّا وَقَدْ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي فَأَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ "

[شعب الایمان رقم 4161]

اس حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت وجبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اس کو رد روح سے تعبیر فرمادی

[نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص200]

اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک بہت وسعت ہوتی ہے۔
[نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص200]

شیخ الاسلام حضرت مدنی فرماتے ہیں:

ابوداود کی روایت میں ردالله علی روحی فرمایا گیاہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں مَا مِن مسلم يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى اسلم عليه او کما قال اگر لفظ الی روحی فرمایا گیاہو تاتو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا ہے. الی اور علی کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا۔ علی استعلاء کے لئے ہے اور الی نہایت طرف کے لئے ہے اس سے تو معلوم ہو تا ہے کہ صلوۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا۔ نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اوراب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹایا گیاہے چونکہ آنحضرت علیہ السلام مدارج قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لیے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چنانچہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہد ہوتی ہیں، مگر جب رسول اللہ صلیٰ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین بنایا گیاہے، اس لیے بارگاہ لوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لیے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطا فرمائی گئی کہ خود سرورِ کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے دژود والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

اگر بالفرض وہی معنٰی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور علی اور الی میں کوئی فرق نہ کیا جاوے، تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے اس لیے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز درُود نہ بھیجا جاتا ہو اس لیے دوام حیاۃ لازم آئے گا۔

مکتوبات شیخ السلام حصہ اول ص248 تا252

وقد استشكل ذلك من جهة أخرى وهو أنه يستلزم استغراق الزمان كله في ذلك لاتصال الصلاة والسلام عليه في أقطار الأرض ممن لا يحصى كثرة

وأجيب بأن أمور الآخرة لا تدرك بالعقل وأحوال البرزخ أشبه بأحوال الآخرة والله أعلم

فتح الباری ج6 ص488

حدیث 4:

" أخبرنا عبد الوهاب بن عبد الحكم الوراق قال حدثنا معاذ بن معاذ عن سفيان بن سعيد ح وأخبرنا محمود بن غيلان قال حدثنا وكيع وعبد الرزاق عن سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام "

(سنن نسائی باب السلام علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح ابن حبان رقم 914 ذکر البیان بأن سلام المسلم علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغ إیاہ ذلک في قبرہ، مسند احمد رقم 10529، سنن دارمی 2774 باب في فضل الصلاۃ علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم، مسند ابی یعلی رقم 5213)

مصححین:

1: امام سخاوی۔ (القول البدیع ص:159)

2: امام ہیثمی۔ (مجمع الزوائد ج:8 ص:595)

3: امام حاکم۔ (المستدرک ج:3 ص:197)

4: امام ذہبی۔ (تلخیص علی المستدرک ج:3 ص:197)

5: علامہ ابن ھادی۔ (الصارم المنکی ص:192)

6:قال الشیخ الألبانی صحیح سنن نسائی باب السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

7: قال شعیب الأرنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم

صحیح ابن حبان رقم 914 ذکر البیان بأن سلام المسلم علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یبلغ إیاہ ذلک فی قبرہ

8:قال حسین سلیم أسد: إسنادہ صحیح

سنن دارمی 2774 باب فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

9: صحیح الإسناد ولم یخرجاہ

المستدرک تفسیر سورۃ الأحزاب

10: وللبزاز برجال الصحیح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعا أن للہ تعالی ملائکۃ سیاحین یبلغونی عن أمتی
خلاصۃ الوفاء ج1ص43

حدیث 5:

"حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ ». قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلاَتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ بَلِيتَ. فَقَالَ « إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ » "

(سنن ابی داود ج:1 ص:157، باب تفریع أبواب الجمعۃ)

مصححین ومستدلین:

1:امام نووی۔ (کتاب الاذکار ص:150، رقم الحدیث 345)

2:حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وصححہ ابن خزیمہ وغیرہ۔ (فتح الباری ج:6 ص؛595)

3:امام حاکم۔ (المستدرک ج:1 ص:569، رقم الحدیث 1068)

4:امام ذھبی۔ (تلخیص علی المستدرک ج:1 ص:568)

:حافظ عبدالغنی۔ (القول البدیع ص:167)

6:امام منذری۔ (القول البدیع ص:163)

7: وقد صحح ھذا الحدیث ابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی. والنووی فی الأذکار

تفسیر ابن کثیر تحت الآیہ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

8:الموت لیس بعدم إنما ھو انتقال من دار إلی دار فإذا کان ھذا للشھداء کان الأنبیاء بذلک أحق وأولی مع أنہ صح عنہ أن الأرض لا تأکل أجساد الأنبیاء علیھم الصلاۃ والسلام

عمدۃ القاری باب مایذکر فی الأشخاص والخصوۃ بین المسلم والیھودي

9:ومن تأمل ھذا الإسناد لم یشك فی صحتہ لثقۃ رواتہ وشھرتھم وقبول الأئمۃ أحادیثھم

جلاء الافھام ج1ص80

10:وقال ابن العربی حدیث حسن. [التذکرہ ج1ص204]

11: فالأنبياء في قبورهم أحياء

[مرقات ج5ص32]

حدیث 6

"حدثنا عمرو بن سواد المصري حدثنا عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي عن أبي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم أكثروا الصلاة علي يوم الجمعة . فإنه مشهود تشهده الملائكة . وإن أحدا لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت ؛ قال (وبعد الموت . إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء . فنبي الله حي يرزق)"

(سنن ابن ماجہ ص:118 باب ذکر وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، تحریرات حدیث ص 331)

مصححین :

1: قال الدميري رجاله ثقات۔ (فیض القدیر ج:2ص:111)

2: قال الحافظ المنذري اسناده جيد۔ (ترجمان السنۃ ج:3ص:297)

3: ملا علی قاری۔ (مرقاۃ ج:3ص:415)

4: حافظ ابن حجر۔ رجاله ثقات (تھذیب التھذیب ج:2ص:537، تحت الترجمہ زید بن ایمن)

5: قاضی شوکانی۔ وقد أخرج ابن ماجه بإسناد جيد (نیل الاوطار ج:3ص:263)

6: ولابن ماجة بإسناد جيد عن أبي الدرداء رضي الله عنه مرفوعا أكثروا الصلاة علي يوم الجمعة

خلاصۃ الوفاج1ص43

7: وقد أخرج ابن ماجه بإسناد جيد أنه صلى الله عليه و سلم قال لأبي الدرداء إن الله عز و جل حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء

عون المعبودج3ص261

حدیث 7:

وقال أبو الشيخ في كتاب الصلاة على النبي حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا أبو معاوية حدثنا الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي من بعيد أعلمته

جلاء الافہام ص54 مشکوۃ باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا تحریرات حدیث ص330

مصححین ومستدلین

1 حافظ ابن حجر

وأخرجه أبو الشيخ في كتاب الثواب بسند جيد بلفظ من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا بلغته

فتح الباری ج6ص488

2 امام سخاوی

قال ابن القيم انه غريب قلت وسنده جيد

القول البدیع ص160

3 ملا علی قاری

وروراه أبو الشيخ وابن حبان في كتاب ثواب الأعمال بسند جيد

مرقاۃ شرح مشکوۃ ج4 ص21

وعن أبي هريرة قال قال رسول الله من صلى على عند قبري سمعته أي سمعا حقيقيا بلا واسطة

مرقاۃ شرح مشکوۃ ج4 ص21

4 امام مناوی

من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على نائيا) أي بعيدا عني (أبلغته) أي أخبرت به من أحد من الملائكة وذلك لأن روحه تعلقا بمقر بدنه الشريف وحرام على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء

فیض القدیر ج6 ص220

5 ابو الحسن علی بن محمد عراقی

(قلت) وسنده جيد كما نقله السخاوي عن شيخه الحافظ ابن حجر

تنزیہ الشریعہ ج1 ص381

6 قاضی ثناء اللہ

قلت وجاز ان يكون ذلك لاجل ان النبي صلى الله عليه وسلم حيّ في قبره ولذلك لم يورث ولم يتئم أزواجه عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى عليّ عند قبري سمعته ومن صلّى عليّ نائيا أبلغته رواه البيهقي في شعب الايمان.

تفسیر مظہری ج7 ص373

7 علامہ شبیر احمد عثمانی

واخرجه ابو الشيخ في كتاب الثواب بسند جيد

فتح الملہم ج1 ص330

علماء اسلام اور عقیدہ سماع صلوۃ وسلام عند القبر

1 امام شرنبلانی

وينبغي لمن قصد زيارة سيدنا النبي صلى الله عليه وسلم أن يكثر من الصلاة عليه فإنه يسمعها وتبلغ اليه

نور الایضاح ج1 ص153 فصل في زيارة سيدنا النبي صلى الله عليه وسلم

2 حافظ ابن تیمیہ

وَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ السَّلَامَ مِنَ الْقَرِيبِ وَتُبَلِّغُهُ الْمَلَائِكَةُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَعِيدِ

مجموع الفتاوی ج27 ص384

3 ملا علی قاری

أن الأنبياء أحياء في قبورهم فيمكن لهم سماع صلاة من صلى عليهم

مرقاۃ شرح مشکوۃ ج5 ص32

4 امام احمد بن محمد بن اسماعیل

(فإنه يسمعها) أي إذا كانت بالقرب منه صلى الله عليه وسلم قوله (وتبلغ إليه) أي يبلغها الملك إليه إذا كان المصلي بعيدا

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج1ص487

5 علامہ ابن الہادی

فأما ذاك الحديث وإن كان معناه صحيحاً فإسناده لا يحتج به.

الصارم المنکی ج1ص160

وهو صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القرب

الصارم المنکی ج1ص327

6 حضرت گنگوہی

انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص:134)

7 حضرت تھانوی

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں

نشر الطیب ص199

تلخیص؛ مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپکے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔۔۔ سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا یہ تو دائما ثابت ہیں

نشر الطیب ص200

8 حضرت مدنی

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مزار مقدس کے پاس صلوۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے تو روحانی سماع ہوتا ہے اور باعث جواب ودعا بنتا ہے

مکتوبات شیخ الاسلام ج1ص254

9 قاری محمد طیب

اور وہ [انبیاء علیہم السلام] قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام بھی سنتے ہیں

خطبات حکیم الاسلام ج7ص181

10 شیخ زکریا

اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود سنتے ہیں بہت ہی قابل فخر، قابل عزت، قابل لذت چیز ہے۔۔۔ اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں

فضائل درود شریف ص32،34

11 حضرت سہارنپوری

زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلاۃ سلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں

اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔

(تذکرۃ الخلیل ص:370)

12 مفتی محمود حسن گنگوہی

روایات سے اس قدر ثابت ہے کہ جو شخص مزار مبارک کے پاس کھڑا ہو کر درودو سلام پڑھتا ہے وہ آپ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ خدمت اقدس میں بواسطہ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے

فتاوی محمودیہ ج1 ص531

13 مولانا محمد شریف کشمیری

اگر روضہ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہل السنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے

خیر الفتاوی ج1 ص128

14 مولانا محمد منظور نعمانی

روایات اور خواص امت کے تجربات سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو امتی قبر پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں آپ ان کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں

معارف الحدیث ج4 ص212،213

اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہو گئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف وہی درودو سلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے، لیکن اللہ تعالی جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچادے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوۃ وسلام عرض کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں

معارف الحدیث ج5 ص281

15 مولانا غلام اللہ خان

شیخ وہاں تشریف لے گئے اور تقریر کی اور مسئلہ توحید بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے لئے درود شریف پڑھنے کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے یہ حدیث پڑھی من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی غائبا ابلغتہ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی میری قبر کے قریب درود شریف پڑھے میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور دراز جگہ میں پڑھے تو اللہ کے فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں

سوانح حیات مولانا غلام اللہ خان ص326

وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ [قبر شریف] میں یہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوۃ وسلام سنتے ہیں

ماہنامہ تعلیم القرآن اگست 1962 ص24،25

نوٹ

اس فیصلہ پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان اور مولانا قاضی نور محمد کے دستخط موجود ہیں

کتب فقہ حنفیہ اوراحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں سلف اہل السنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں

عبد الرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ

خیر الفتاوی ج1ص127

16 مولانا نصیر الدین غور غشتوی

من صلی علی عند قبری سمعتہ سمعا حقیقیا بلاواسطۃ

مشکوۃ بین السطور ج1ص93

میں [نصیر الدین غور غشتوی] اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں، میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہرا پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور احسن ہے۔اس واسطے وہ قبر کے پاس درود وسلام سنتے ہیں

ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر 1960ص25 بحوالہ مولانا نصیر الدین غور غشتوی کا عقیدہ ص50،51

17 مفکر اسلام مفتی محمود

متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ قبر شریف کے پاس صلوۃ وسلام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اخرج البیہقی فی شعب الایمان من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ

فتاوی مفتی محمود ج1ص353

18 مفتی عبد الرحیم لاجپوری

قبر شریف کے پاس درود وسلام پڑھا جاتا ہے تو آپ خود سنتے ہیں

فتاوی رحیمیہ ج2ص108

19 مولانا محمد ادریس کاندھلوی

اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر صلوۃ وسلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں

سیرۃ المصطفی ج3ص168،169

20 مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

اکابر سے سنا ہے کہ احاطۂ مسجد شریف میں جہاں سے بھی درود وسلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں

آپ کے مسائل اوران کا حل ج1ص309

21 مولانا عبد الحق حقانی

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے قریب جو درود وسلام پڑھا جائے اس کو آپ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی تمام محدثین ومتکلمین اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے

فتاوی حقانیہ ج1ص158

22مفتی عبد الشکور ترمذی

اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس صلوۃ وسلام پڑھے تو اس کو آپ خود بنفس نفیس سنتے ہیں

عقائد علماء دیوبند ص 3 عقیدہ نمبر 6

23امام تقی الدین سبکی

وسنذکر من الاحادیث والاثار والادلة مایدل علی أن النبی صلی الله علیه وسلم یسمع من یسلم علیه عند قبره

شفاء السقام ص 181

24علامہ ظفر احمد عثمانی

وقد ورد التصریح بسماعه صلی الله علیه وسلم سلام الزائر فی اثر

اعلاء السنن ج10 ص505

25مولانا بدر عالم میرٹھی

جو لوگ حاضر ہو کر آپ پر درود و سلام پیش کرتے ہیں وہ تو آپ بنفس نفیس خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود و سلام پڑھتے ہیں اس کے لئے اللہ تعالی نے فرشتے معین فرمادئے ہیں وہ اس کو آپکی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں

ترجمان السنۃ ج3 ص302

جس طرح اپنی حیات میں وہ قریب کی بات خود سنا کرتے تھے اسی طرح وفات کے بعد قریب کی درود شریف بنفس نفیس خود ہی سنتے ہیں

ترجمان السنۃ ج2 ص436

فائدہ

اس روایت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اور تلقی بالقبول حدیث کی صحت کی دلیل ہے

قال بعضهم یحکم للحدیث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیح.

(تدریب الراوی ص29)

قال ابن عبد البر فی الاستذکار لما حکی عن الترمذی ان البخاری صحح حدیث البحر هو الطهور ماؤه و اهل الحدیث لا یصححون مثل اسناده لکن الحدیث عندی صحیح لان العلماء تلقوه بالقبول.

(تدریب الراوی 29)

المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول و ان لم یکن له اسناد

(شرح نظم الدرر)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں : حدیث لا وصیه لوارث إنه لا یثبته أهل الحدیث ولکن العامه تلقته بالقبول وعملوا به حتی جعلوه ناسخا لآیه الوصیه له.

(فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث للسخاوی ج1 ص289)

و کذا إذا تلقت الأمه الضعیف بالقبول یعمل به علی الصحیح حتی أنه ینزل منزله المتواتر

(فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث للسخاوی ج1 ص289)

وخبر الواحد متی یفید الیقین والعلم ؟ یفید خبر الواحد العلم الیقینی عند جماهیر الأمة إذا تلقته الأمة بالقبول عملا به وتصدیقا، ولیس بین سلف الأمة فی ذلك نزاع. وهو أحد قسمی المتواتر إذ المتواتر قسمان ما رواه جماعة کثیرون یستحیل فی

العادة تواطؤهم على الكذب إلى أن ينتهي للمخبر عنه، وأسندوه إلى شيء محسوس سماع أو مشاهدة لا اجتهاد، والثاني خبر الواحد إذا تلقته الأمة بالقبول

شرح العقیدۃ الطحاویہ ج1 ص243

حدیث 8:

"حدثنا أحمد بن عيسى حدثنا ابن وهب عن أبي صخر أن سعيدا المقبري أخبره أنه سمع أبا هريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: والذي نفس أبي القاسم بيده لينزلن عيسى بن مريم إماما مقسطا وحكما عدلا فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين وليذهبن الشحناء وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد لأجيبنه"

(مسند ابی یعلی ص:1149 رقم الحدیث 6577، المطالب العالیہ باب علامات الساعۃ)

وليأتين قبري حتى يسلم علي ولأردن عليه

المستدرک ج3 ص490 رقم 4218

مصححین:

1: امام ہیثمی

رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح۔ (مجمع الزوائد ج:8 ص:387، رقم الحدیث 13813)

2 امام حاکم

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه [المستدرک رقم 4218]

3 حسین سلیم اسد

إسناده صحيح۔ [مسند أبي یعلی ص1149 رقم الحدیث 6577]

احادیث حیاۃ الانبیاء متواتر ہیں

1: امام سیوطیؒ فرماتے ہیں "فاقول حياة النبي صلى الله عليه وسلم في قبره هو وسائر الانبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الادلة في ذلك وتواترت به الاخبار" (الحاوی للفتاویٰ ص:554)

2 : وَسُئِلَ رضي اللّٰهُ عنه عن حديث أَحْمَدَ وَأَبِي دَاوُد وَالْبَيْهَقِيِّ ما من أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إلَّا رَدَّ اللّٰهُ إلَيَّ وفي رِوَايَةٍ عَلَيَّ رُوحِي حتى أَرُدَّ عليه السَّلَامَ ما الْجَوَابُ عنه مع الْإِجْمَاعِ على حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ كما تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ

الفتاوی الکبری الفقہیۃ ج2 ص135

3: نظم المتناثر في الحديث المتواتر میں بھی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کی احادیث کو متواتر کہا گیا ہے

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلے کی احادیث کو تواتر کا درجہ حاصل ہو جائے تو اس کی سند پر بحث کرنا جائز نہیں۔

والمتواتر لا يُبْحثُ عن رجاله أي عن صفاتهم بل يجب العمل به من غير بحث

شرح نخبۃ الفکر لعلی القاری ج1 ص186

ولذلك يجب العمل به من غير بحث عن رجاله

تدریب الراوی ج2 ص176

المتواتر فإنه صحيح قطعا ولا يشترط فيه مجموع هذه الشروط

تدریب الراوی ج1 ص68

ومن شأنه أن لا يشترط عدالة رجاله بخلاف غيره

قفو الاثر لابن الحنبلی ج1 ص46

لأن المتواتر لا يُسأل عن أحوال رجاله

شرح نخبۃ الفکر لعلی القاری ج1 ص161

و من شانه ان لا يشترط عدالة رجاله بخلاف غيره

۔(قواعد فی علوم الحدیث ص:32)

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

1: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللَّهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا

صحیح بخاری ج1 ص517

مستدلین

قوله لا يذيقك الله الموتتين بضم الياء من الإذاقة وأراد بالموتتين الموت في الدنيا والموت في القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلك ذكرهما بالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل أحد غير الأنبياء عليهم الصلاة والسلام فإنهم لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء وأما سائر الخلق فإنهم يموتون في القبور ثم يحيون يوم القيامة ومذهب أهل السنة والجماعة أن في القبر حياة وموتا فلا بد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الأنبياء وقد تمسك بقوله لا يذيقك الله الموتتين من أنكر الحياة في القبر وهم المعتزلة ومن نحا نحوهم

عمدۃ القاری ج:11 ص:403 کتاب فضائل الصحابہ

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياته صلى الله عليه و سلم في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والأنبياء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتتين حيث قال لا يذيقك الله الموتتين المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل أحد غير الأنبياء

فتح الباری ج7 ص29

والاحسن ان يقال ان حياته صلى الله عليه وسلم لا يتعقبها موت بل يستمر حياً والانبياء احياء في قبورهم۔

(حاشیہ بخاری ج:1 ص:517)

قال الكرماني ...ويحتمل ان يراد ان حياتك في القبر لا يعقبها موت فلا تذوق مشقة الموت مرتين بخلاف سائر الخلق فانهم يموتون في القبر ثم يحيون يوم القيامة

الکنز المتواری ج14 ص162

2: عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحیح بخاری ج1 ص67 باب رفع الصوت في المساجد

أنه علیه السلام فی قبره حی وقال تعالیٰ لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبی الحجرات

مرقاۃ المفاتیح باب المساجد ومواضع الصلاۃ

3: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللَّهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ

مسند احمد رقم 25660

4: عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله علیه وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مستسقون قُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

مصنف ابن ابی شیبہ باب ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

5: وقد كانت عائشة رضی الله عنه تسمع الوتد أو المسمار یضرب فی بعض الدور المطیفة بالمسجد فترسل إلیهم لا تؤذوا رسول الله صلی الله علیه وسلم

خلاصۃ الوفاج 1 ص 166

6: عن نافع قال كان بن عمر إذا قدم من سفر أتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا أبابكر السلام علیك یا أبتاه

مصنف عبد الرزاق ج 3 ص 576 رقم 6724

اجماع امت اور عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام

1 قال محمد بن الحسین رحمه الله: وقد روی عن أبی بكر الصدیق رضی الله عنه أنه لما حضرته الوفاة، قال لهم: إذا مت وفرغتم من جهازی فاحملونی حتی تقفوا بباب البیت الذی فیه قبر النبی صلی الله علیه وسلم، فقفوا بالباب وقولوا: السلام علیك یا رسول الله، هذا أبو بكر یستأذن فإن أذن لكم وفتح الباب، وكان الباب مغلقا، فأدخلونی فادفنونی، وإن لم یؤذن لكم فأخرجونی إلی البقیع وادفنونی. ففعلوا فلما وقفوا بالباب وقالوا هذا: سقط القفل وانفتح الباب، وسمع هاتف من داخل البیت: أدخلوا الحبیب إلی الحبیب فإن الحبیب إلی الحبیب مشتاق

الشریعہ للآجری ج 5 ص 70، تفسیر کبیر ج: 21 ص: 87، سورۃ کہف آیت: أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ، تفسیر السراج المنیر ج 2 ص 288، تفسیر نیسابوری ج 5 ص 167، غرائب القرآن ج 4 ص 416، سیرت حلبیہ ج 3 ص 393

2 امام تقی الدین سبکی المتوفی 756ھ فرماتے ہیں وقد اجمع اهل السنة علی اثبات الحیاة فی القبور. قال امام الحرمین فی الشامل اتفق سلف الامة علی اثبات عذاب القبر واحیاء الموتی فی قبورهم ورد الارواح فی اجسادهم۔

(شفاء السقام ص: 425)

3 وکیل حنفیت علامہ عینی حنفی المتوفی 806ھ فرماتے ہیں و مذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حیاة و موتا فلا بد من ذوق الموتتین لكل احد غیر الانبیاء

۔(عمدۃ القاری ج: 11 ص: 403 کتاب فضائل الصحابہ)

4 امام سخاوی المتوفی 902ھ فرماتے ہیں: ونحن نؤمن ونصدق بأنه صلی الله علیه وسلم حیی یرزق فی قبرہ ----والاجماع علی هذا۔

(القول البدیع ص:172)

5 وَسُئِلَ رضی اللہُ عنه عن حدیث أَحْمَدَ وَأَبِي دَاوُد وَالْبَيْهَقِيِّ ما من أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ وفي رِوَايَةٍ عَلَيَّ رُوحِي حتى أَرُدَّ علیه السَّلَامَ ما الْجَوَابُ عنه مع الْإِجْمَاعِ علی حَيَاةِ الْأَنْبِيَاءِ كما تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ

الفتاوی الکبری الفقہیۃ ج2 ص135

6 محمد بن علان الصدیق الشافعی المتوفی 1057ھ فرماتے ہیں: والاجماع علی انه صلی الله علیه وسلم حیی فی قبرہ علی الدوام۔

(دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین ج:7 ص:195-196)

7 شیخ داؤد سلیمان البغدادی المتوفی 1299ھ فرماتے ہیں: وروی البیهقی وغیرہ باسانید صحیحة عند صلی الله علیه وسلم انه قال الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون وورد ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء وقد اطبق العلماء علی ذالك

۔(المنحۃ الوھبیۃ فی رد الوھابیۃ ص:6)

8 شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں" باید حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس راد روئے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی"

۔(اشعۃ اللمعات ج:1 ص:574)

9 مولانا گنگوہی فرماتے ہیں انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص:173)

10 حکیم الامت حضرت تھانوی فرماتے ہیں: بہر حال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔

(اشرف الجواب ص:321 وفی نسخہ ص:225)

11 مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں: تمام اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(سیرت المصطفیٰ ج:3 ص:249)

12 مولانا خیر محمد جالندھری فرماتے ہیں عالم برزخ میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقیہ دنیویہ بجسد ھم العنصری کا مسئلہ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ مسئلہ ہے

القول النقی فی حیات النبی ص30

13 مفکر اسلام مفتی محمود فرماتے ہیں یہ امر بھی علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجودیعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں

القول النقی فی حیات النبی 32

فائدہ: اگر کسی عقیدہ یا مسئلہ پر اجماع ہو جائے تو اجماع کا درجہ سند سے بھی زیادہ قوی ہوتا ہے یعنی اس مسئلہ کی احادیث پر سندی بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

وقد روی عن جابر بن عبد الله بإسناد لا یصح أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "الدینار أربعة وعشرون قیراطا" وهذا الحدیث وإن لم یصح إسناده ففی قول جماعة العلماء به وإجماع الناس علی معناه ما یغنی عن الإسناد فیه

(التمہید لابن عبد البرج 20 ص 145)

سلطان المحدثین ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقد قال عطاء الإجماع أقوى من الإسناد

(المرقاۃ شرح المشکاۃ للملا علی القاري ج 1 ص 117)

غیر مقلدین کے پیشوا علامہ شوکانی لکھتے ہیں؛
وقد اتفق أهل الحديث على ضعف هذه الزيادة لكنه قد وقع الإجماع على مضمونها ۔

(الدراري المضية شرح الدرر البهية للشوكاني ج 1 ص 19)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: وفي إسناده إبراهيم بن محمد شيخ الشافعي وهو ضعيف وقد وقع الإجماع على ما أفادته الأحاديث
(الدراري المضية شرح الدرر البهية للشوكاني ج 1 ص 19)

اجماع کی اہمیت

إِنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْمَعُوا عَلَى تَحْرِيمِ هَذِهِ الْحِيَلِ وَإِبْطَالِهَا، وَإِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ يَجِبُ اتِّبَاعُهَا بَلْ هِيَ أَوْكَدُ الْحُجَجِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى غَيْرِهَا. وَلَيْسَ هَذَا مَوْضِعُ تَقْرِيرِ ذَلِكَ. فَإِنَّ هَذَا الْأَصْلَ مُقَرَّرٌ فِي مَوْضِعِهِ. وَلَيْسَ فِيهِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ بَلْ وَلَا بَيْنَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ خِلَافٌ.

الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ج 6 ص 162

يجب على المجتهد في كل مسألة أن يرد نظره إلى النفي الأصلي قبل ورود الشرع ثم يبحث عن الأدلة السمعية المغيرة فينظر أول شيء في الإجماع فإن وجد في المسألة إجماعا ترك النظر في الكتاب والسنة فإنهما يقبلان النسخ والإجماع لا يقبله فالإجماع على خلاف ما في الكتاب والسنة دليل قاطع على النسخ إذ لا تجتمع الأمة على الخطأ

المستصفی للغزالی ج 1 ص 374

احتج نفاة القياس بهذه الآية فقالوا : المكلف إذا نزلت به واقعة فإن كان عالماً بحكمها لم يجز له القياس، وإن لم يكن عالماً بحكمها وجب عليه سؤال من كان عالماً بها لظاهر هذه الآية، ولو كان القياس حجة لما وجب عليه سؤال العالم لأجل أنه يمكنه استنباط ذلك الحكم بواسطة القياس، فثبت أن تجويز العمل بالقياس يوجب ترك العمل بظاهر هذه الآية فوجب أن لا يجوز. والله أعلم.

وجوابه: أنه ثبت جواز العمل بالقياس بإجماع الصحابة، والإجماع أقوى من هذا الدليل

تفسیر کبیر ج 20 ص 37

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور مذاہب اربعہ

احناف

1 امام ابو الفضل عبد اللہ بن محمود الموصلی

يَدْنُو منه ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أو أَرْبَعَةً وَلَا يَدْنُو منه أَكْثَرَ من ذلك وَلَا يَضَعُ يَدَهُ على جِدَارِ التُّرْبَةِ فَهُوَ أَهْيَبُ وَأَعْظَمُ لِلْحُرْمَةِ وَيَقِفُ كما يَقِفُ في الصَّلَاةِ وَيُمَثِّلُ صُورَتَهُ الْكَرِيمَةَ الْبَهِيَّةَ كَأَنَّهُ نَائِمٌ في لَحْدِهِ عَالِمٌ بِهِ يَسْمَعُ كَلَامَهُ قال صلى الله عليه وسلم من صلى علي عند قبري سمعته [الاختیار شرح المختار ج 1 ص 174 بحوالہ حیات النبی اور مذاہب اربع ص 25،26]

2 امام ابن ھمام

وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته..... وذلك أنه عليه الصلاة والسلام في القبر الشريف المكرم على شقه الأيمن مستقبل القبلة... ثم يسأل النبي صلى الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما

شرح فتح القدیر ج3ص18، 180

3 امام عینی

فإنهم لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء..... ومذهب أهل السنة والجماعة أن في القبر حياة وموتا فلا بد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الأنبياء

عمدۃ القاری ج:11 ص:403 کتاب فضائل الصحابہ

4 امام ملا علی قاری

أن الأنبياء أحياء في قبورهم فيمكن لهم سماع صلاة من صلى عليهم

مرقات ج5ص32

5 امام شرنبلالی

ومما هو مقرر عند المحققين أنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق ممتع بجميع الأعمال والعبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات..... ينبغي لمن قصد زيارة النبي صلى الله عليه وسلم أن يكثر من الصلاة عليه فإنه يسمعها أو تبلغ إليه

مراقی الفلاح ص430 فصل: في زيارة النبي صلى الله عليه وسلم على سبيل الاختصار تبعالما قال في الاختيار

6 امام طحطاوی

قوله (فإنه يسمعها) أي إذا كانت بالقرب منه صلى الله عليه وسلم قوله (وتبلغ إليه) أي يبلغها الملك إليه إذا كان المصلي بعيدا

حاشیۃ الطحطاوی ج1ص487

لأنهم أحياء في قبورهم

حاشیۃ الطحطاوی ج1ص241

7 امام ابن عابدین شامی

ولا يخفى ما في كلامه من إيهام انقطاع حقيقتها بعده فقد أفاد في الدر المنتقى أنه خلاف الإجماع

قلت وأما ما نسب إلى الإمام الأشعري إمام أهل السنة والجماعة من إنكار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح به في كتبه وكتب أصحابه خلاف ما نسب إليه بعض أعدائه لأن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام أحياء في قبورهم وقد أقام النكير على افتراء ذلك الإمام العارف أبو القاسم القشيري في كتابه شكاية السنة وكذا غيره كما بسط ذلك الإمام ابن السبكي في طبقاته الكبرى في ترجمة الإمام الأشعري

حاشیہ ابن عابدین ج4ص151

مالکیہ

امام سمہودی

ولا شك فی حیاته صلی الله علیه وسلم بعد الموت و کذا سائر الأنبیاء علیهم السلام حیاة أکمل من حیاة الشهداء التی أخبر الله بها فی کتابه العزیز وهو صلی الله علیه وسلم سید الشهداء وأعمال الشهداء فی میزانه

خلاصة الوفاج 1 ص 43

وفی الشفاء بسند جید عن أبن حمید قال ناظر أبو جعفر أمیر المؤمنین مالکا فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال مالك یا أمیر المؤمنین لا ترفع صوتك فی هذا المسجد فأنّ الله تعالی أدب قوما فقال (لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبیّ) الآیة ومدح قوما فقال (إن الذین یغضون أصواتهم عند رسول الله) الآیة وذم قوما فقال إن الذین ینادونك من وراء الحجرات الآیة وإن حرمته میتا کحرمته حیا فاستکان لها أبو جعفر وقال یا أبا عبد الله أستقبل القبلة وادعوا أم أستقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك ووسیلة أبیك آدم علیه السلام إلی الله تعالی یوم القیامة بل استقبله واستشفع به فیشفعك الله تعالی (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم) الآیة

خلاصة الوفاج 1 ص 51

شوافع

1 امام تاج الدین سبکی

ومن عقائدنا أن الأنبیاء علیهم السلام أحیاء فی قبورهم فأین الموت..... وصنف البیهقی رحمه الله جزءا سمعناه فی حیاة الأنبیاء علیهم السلام فی قبورهم واشتد نکیر الأشاعرة علی من نسب هذا القول إلی الشیخ

طبقات الشافعیة الکبری ج 384،385

لأن عندنا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) حی یحس ویعلم وتعرض علیه أعمال الأمة ویبلغ الصلاة والسلام علی ما بینا

طبقات الشافعیة الکبری ج 412

وقال ابو الحسن اشعری ما هو معتقد الأشاعرة علی الإطلاق أن نبینا (صلی الله علیه وسلم) حی فی قبره رسول الله أبد الآباد علی الحقیقة لا المجاز

طبقات الشافعیة الکبری ج 131

2 حافظ ابن حجر

واحسن من هذا الجواب ان یقال ان حیاته صلی الله علیه و سلم فی القبر لایعقبها موت بل یستمر حیا والأنبیاء احیاء فی قبورهم ولعل هذا هو الحکمة فی تعریف الموتتین حیث قال لایذیقك الله الموتتین المعروفتین المشهورتین الواقعتین لکل أحد غیر الأنبیاء

فتح الباری ج 7 ص 29

وإذا ثبت أنهم أحیاء من حیث النقل فإنه یقویه من حیث النظر کون الشهداء أحیاء بنص القرآن والأنبیاء أفضل من الشهداء

(فتح الباری ج 6 ص 595)

لأن الأنبياء أحياء عند الله وأن كانوا فی صورة الأموات بالنسبة إلى أهل الدنيا وقد ثبت ذلك للشهداء ولا شك أن الأنبياء أرفع رتبة من الشهداء

(فتح الباری ج6 ص444 قوله وفاة موسى)

3 امام نووی

فان قيل كيف يحجون ويلبون وهم أموات وهم فی الدار الآخرة وليست دار عمل فاعلم أن للمشائخ وفيما ظهر لنا عن هذا أجوبة أحدها أنهم كالشهداء بل هم أفضل منهم والشهداء أحياء عند ربهم

(شرح مسلم ج1 ص94 باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

فائدہ

شوافع میں سے امام سیوطی اور امام بیہقی نے اس موضوع پر مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے

حنابلہ

ويستحب زيارة قبر النبی صلى الله عليه و سلم لما روى الدار قطنی بإسناده عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من حج فزار قبری بعد وفاتی فكانما زارنی فی حياتی.... عن أبی هريرة أن النبی صلى الله عليه و سلم قال: ما من أحد يسلم على عند قبری إلا رد الله على روحی حتى أرد عليه السلام.... ويروى عن العتبی قال: كنت جالسا عند قبر النبی صلى الله عليه و سلم فجاء إعرابی فقال: السلام عليك يا رسول الله سمعت الله يقول: {ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما وقد جئتك مستغفرا الذنبی مستشفعا بك إلى ربی ثم أنشأ يقول:

(يا خير من دفنت بالقاع أعظمه... فطاب من طيبهن القاع والأكم)

(نفسی الفداء لقبر أنت ساكنه... فيه العفاف وفيه الجود والكرم)

ثم انصرف الإعرابی فحملتنی عينی فنمت فرأيت النبی صلى الله عليه و سلم فی النوم فقال: عتبی الحق الإعرابی فبشره أن الله قد غفر له.... ثم تأتی القبر فتولى ظهره القبلة وتستقبل وتقول: السلام عليك أيها النبی صلی ورحمة الله وبركاته..... اللهم إنك قلت وقولك الحق: {ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاؤوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما} وقد أتيتك مستغفرا من ذنوبی مستشفعا بك إلى ربی فأسألك يا رب أن توجب لی المغفرة كما أوجبتها لمن أتاه فی حياته

المغنی لابن قدامہ ج3 ص600،599

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اکابرین دیوبند

1 حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں آپ اب تک بقید حیات ہیں پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجیے؟

ھدیۃ الشیعۃ ص359

رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں۔

آب حیات ص7

سو تسکین جب ہی متصور ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہوں۔

آب حیات ص52

ارواح انبیاء [علیہم السلام] کو بدن کے ساتھ علاقہ (تعلق) بدستور رہتا ہے۔۔۔۔اور ان کا سماع بعد وفات بھی بدستور باقی رہے۔

جمال قاسمی ص13

انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ کو بعد مرگ بھی وہی تعلق اپنے اجسام سے رہتا ہے جو قبل مرگ تھا۔

جمال قاسمی ص12

انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔

لطائف قاسمیہ ص3

انبیاء کرام علیہم السلام کو ابدان دنیا کے حساب سے زندہ سمجھیں گے۔

لطائف قاسمیہ ص4

2 حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں ونبی اللہ حی یرزق۔ اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالی نے اپنے رسالہ آب حیات میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔

ھدایۃ الشیعہ ص49

3 حضرت مولانا احمد علی السہارنپوری

والاحسن ان یقال ان حیاتہ ﷺ لا یتعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم

بخاری شریف ج1 ص517 حاشیہ

4 شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی

"المہند علی المفند" پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وھو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جمیعا لا ریب فیہ۔

المہند علی المفند ص74

تقدیر الکلام ما من احد یسلم علی الا ارد علیہ السلام لانی حی اقدر علی رد السلام۔

حاشیہ سنن ابی داؤد ج1 ص286

قولہ ان اللہ حرم علی الارض ای منعھا وفیہ مبالغۃ لطیفۃ اجساد الانبیاء ای من ان تاکلھا فالانبیاء فی قبورھم احیاء۔

حاشیہ سنن ابی دائود ج1 ص157

5 فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری

ان نبی اللہ ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیھم السلام احیاء فی قبورھم

بذل المجہود شرح ابی دائود' ج2 ج ص117 باب مایقول فی التشھد'

عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حیی فی قبرہ الشریف

المہند علی المفند ص30

فان الانبیاء فی قبورھم احیاء

(بذل المجہود شرح ابی دائود' ج2 ص160 باب تفریع ابواب الجمعۃ'

زائرین جو بے باکانہ اونچی آواز سے صلاۃ سلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی

حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔

(تذکرۃ الخلیل ص:370)

6رئیس المفسرین مولانا حسین علی الوانی واں بھچروی

عن ابی الدرداء ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملائکۃ ان واحدالن یصلی علی الاعرضت علی صلا تہ حین یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال: وبعد الموت: ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق وقد صنف السیوطی رسالۃ انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء۔

(تحریرات حدیث علی اصول التحقیق ص 331، رسالہ درود شریف، حدیث نمبر 8 ط: اشاعت اکیڈمی پشاور)

7حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرامؑ کے جسموں کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے

فائدہ: پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا

نشر الطیب ص199

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

نشر الطیب ص199

بہرحال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔

اشرف الجواب ص 321

حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے کیونکہ جسد اطہر اسکے اندر موجود ہے۔ بلکہ خود حضور ﷺ یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ صحابہؓ کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ حدیث بھی نص ہے کہ ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق

اشرف الجواب ص319،318

حضور ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں۔

اشرف الجواب ص222

آپ [ﷺ] بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں۔

التکشف ص675

8خاتم المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری

وفی البیہقی عن انس ؓ وصححہ ووافقہ الحافظ (ابن حجر ؒ) فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

فیض الباری علی صحیح البخاری ج2 کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت ص64

ومن ھھنا انحل حدیث اخر رواہ ابوداؤد فی رد روحہ ﷺ حین یسلم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجھہ من ذلک الجانب الی ھذا الجانب فھو ﷺ حی فی کلتا الحالتین بمعنی انہ لم یطرأ علیہ التعطل قط۔

فیض الباری علی صحیح البخاری، ج2 کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت ص65

یستدل بہ علی حیوۃ الانبیاء۔

مشکلات القرآن 234

9 شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

یہ اکابر علماء دیوبند وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہیں۔ متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما چکے ہیں۔ رسالہ آب حیات نہایت ہی مسبوط رسالہ خاص اس مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے (معلوم ہوا کہ آب حیات لکھنے کی غرض صرف رد روافض ہی نہیں بلکہ اثبات عقیدہ حیات النبیؐ بھی تھا) نیز ھدیۃ الشیعہ' اجوبہ اربعین حصہ دوئم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔

نقش حیات ص160

10 بقیۃ السلف والد گرامی حضرت مولانا قاری محمد طیب حضرت مولانا محمد احمد

"المہند علی المفند" پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما کتبہ العلامۃ وحید العصر ھو الحق والصواب

المہند ص80

11 شیخ الاتقیاء حضرت مولانا الشاہ عبد الرحیم رائے پوری

'المہند علی المفند" پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

الذی کتب فی ھذہ الرسالۃ حق صحیح وثابت فی الکتب بنص صریح وھو معتقدی ومعتمد مشائخی رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین واحیانا اللہ بھا واماتنا علیھا

المہند علی المفند ص78

12 حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی

اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے اسکا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے اول یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے ؟ یا کسی اور طریقے سے ؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم

(کفایت المفتی' ج1ص169' 177 ط: دارالاشاعت کراچی)

"المہند علی المفند" پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

رایت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ لا یحوم حول سرادقاتھا شك ولا ریب وھو معتقدی ومعتقد مشائخی۔

(المہند علی المفند ص84 ط المیزان لاہور)

13 شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

(سورۃ احزاب 53)

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کی نہایت محققانہ بحث حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی آب حیات میں ہے۔ (تفسیر عثمانی ص567)

ویوم نبعث فی کل اُمۃ شھیداً علیھم من انفسھم وجئنابك شھیداً علی ھؤلآء ط ونزلنا ولیك الکتب تبیاناً لکلّ شیء وھدیً ورحمۃً وبشری للمسلمین

(سورۃ نحل آیت 89)

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور ﷺ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں آپ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

(تفسیر عثمانی ص366)

ودلت النصوص الصحیحة علی حیات الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج1 ص325 کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات وفرض الصلوات

وقد جمع البیهقی کتاب لطیفاً فی حیاة الانبیاء فی قبورهم اورد فیه حدیث انس الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون اخرجه من طریق یحیی بن ابی کثیر وهو من رجال الصحیح عن المستلم بن سعید وقد وثقه احمد وابن حبان عن الحجاج الاسود وهو ابن ابی زیاد البصری وقد وثقه احمد وابن معین عن ثابت عنه واخرجه ایضاً ابو یعلی فی مسنده من هذا الوجه وشاهد هذا الحدیث ماثبت فی صحیح مسلم من روایة حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رفعه مررت بموسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره واخرجه ایضاً من وجه اخر عن انس رضی اللہ عنہ

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الی السموات وفرض الصلوات ج1 ص329)

قال علماؤنا:والدلیل علی عدم شرعیة الصلوٰة علی القبر ترك الناس عن اخرهم الصلاة علی قبر النبی ﷺ وهو حی فی قبره الشریف ولحوم الانبیاء حرام علی الارض۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج2 ص498

14 حضرت مولانا منظور احمد نعمانی

سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں زندگی حاصل ہے

معارف الحدیث ج5 ص280

15 شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی

انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

خصائل نبوی ﷺ شرح شمائل ترمذی ص252 باب ماجاء فی میراث رسول اللہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں علامہ سخاوی نے قول بدیع میں لکھا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اقدس زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں۔ اور آپ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر (امت مسلمہ کا) اجماع ہے۔ امام بیہقیؒ نے انبیاء کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انسؓ کی حدیث ہے الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے اس کی مختلف طرق سے تخریج کی ہے۔

فضائل درود شریف ص25

واستدلوا علی انها مندوبة لقوله تعالی..ولو انهم اذ ظلموا . الایة.والنبی حی فی قبره بعد موته کما فی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم وقد صححه البیهقی والف فی ذلك جزءاً. قال ابو منصور البغدادی: قال المتکلمون المحققون:ان نبینا ﷺ حی بعد وفاته واذا ثبت انه حی بعد وفاته فالمجیئ الیه بعد وفاته کالمجیئ الیه قبله وقال تعالی:ومن یخرج من بیته مهاجرا......الخ فکما ان الهجرة الیه ﷺ فی حیاته الوصول الی حضرته کذلك الوصول بعد موته

اوجز المسالک شرح موطا امام مالک، باب ماجاء فی الساعة التی فی یوم الجمعة ج2 ص339،338

قلت اولانهم احیاء فی قبورهم فالاموال باق علی ملکهم۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ باب ماجاء فی ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج 15 ص 369

وقد رای النبی ﷺ فی لیلۃ الاسراء موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ ویرد علی من یسلم علیه وهو فی الرفیق الاعلی ولا تنافی بین الامرین فان شان الروح غیر شان الابدان فثبت انه لا منافاۃ بین کون الروح فی اعلی علیین او الجنۃ او السماء وانها بالبدن اتصالاً بحیث تدرك وتسمع وتصلی وتقرء۔

اوجز المسالک ج 4 ص 425

16 مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن

انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے اور نصوص صرف انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیات میں وارد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے **ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی یرزق ۔الحدیث۔**

فتاوی دارالعلوم دیوبند مکمل ومدلل، ج 5 ص 319

17 فخر الاسلام حضرت مولانا فخر الدین احمد

باب رفع الصَّوتِ فِی المسجد حدثنا علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی قال نا یحیی بن سعیدٍ القطان قال نا الجعید بن عبدالرحمٰن قال حدثنی یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیه فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فأتنی بهذین فجئته بهما فقال ممن انتما اومن این انتما قالا من اهل الطائف قال لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعانِ اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم۔۔

مزار اقدس کے احترام میں صحابہؓ کا عمل:۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ترفعان اصواتکما الخ احترام مسجد کے ساتھ قرآن کریم کی آیت **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض** (الحجرات 2) سے بھی ماخوذ ہے کہ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان کے سامنے اس طرح زور سے بولو جیسے آپس میں بولتے ہو، پیغمبر علیہ السلام کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا اور وفات کے بعد بھی یہی حکم ہے کیونکہ آپ قبر شریف میں بھی حیات سے متصف ہیں، حضرت عمرؓ کی رائے تو روایاتِ باب سے معلوم ہوگئی کہ وہ وفات کے بعد بھی قبر شریف کے قریب بلند آواز سے بولنے پر تنبیہ فرمارہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں بھی یہی منقول ہے کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں بلند آواز سے بولنے پر نکیر فرماتے اور کہتے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو قبر شریف میں اذیت پہنچائی، حضرت علی نے ایک مرتبہ اپنے دروازے کے لئے کواڑ بنوائے تو حکم دیا کہ انہیں اتنی دور بیٹھ کر بنایا جائے کہ انکی آواز مسجد نبوی میں نہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں تکلیف نہ ہو، حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ اگر حجرہ اطہر کے قریب کسی دیوار میں کیل ٹھوکنے کی آواز آتی تو فوراً کسی قاصد کو بھیج کر منع کرادیتی تھیں لاتوذوا رسول اللہ (ﷺ) کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ تمام اقوال وافعال تقی الدین سبکی کی شفاء السقام میں موجود ہیں۔ حیات انبیاء کے مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کسی اور موقع پر کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔ [] ایضاح البخاری، شرح بخاری شریف، جلد 3، ص 269،

علماء دیوبند کی دوسری اجتماعی دستاویز تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

تسکین الصدور کا دو مرتبہ مطالعہ کیا.....اپنے موضوع کے لحاظ سے بے مثل ہے اور واقعی اسم بامسمی تسکین الصدور ہی ہے ہر مسئلہ نہایت واضح طریق پر دلائل سے آراستہ پیراستہ اور مخالفین کے دلائل کا صحیح رد جس سے دیکھنے والے کو حق معلوم کرنے میں زبردست امداد حاصل ہوسکے اور بشرط انصاف انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ [تسکین الصدور ص 18]

18 مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی

"المہند علی المفند" پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ھوالصدق والصواب والحق عندی بلاارتیاب ھذاھومعتقدی ومعتقدمشائخی نقربه لساناونعتقده جنانافلله درالمجیب الاریب البحر القمقام والحبرالفھام ثم لله دره قداصاب فیمااجاب واجادفیما افادمتعنااللہ بطول حیاته وبقائه وجزاه اللہ عنی وعن سائر اھل الحق خیرا جزاء عنائه فی ابطال وساوس المفتری فی افترائه۔

المہند علی المہند ص86

19 دارالعلوم دیوبند کے 40 سالہ مہتمم مولانا قاری محمد طیب قاسمی

برزخ میں انبیاءؑ کی حیات کا مسئلہ معروف ومشہوراور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اھلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرامؑ کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں۔اوران کے اجسام کے ساتھ انکی ارواح مبارکہ کاویساہی تعلق قائم ہے جیساکہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔وہ عبادت میں مشغول ہیں نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیاجاتاہے اوروہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایاہے۔ اوراس بارے میں ان کے سوچنے کاطرز بھی متوارث رہاہے۔

خطبات حکیم الاسلام ج7 ص181

وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کوبرزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اوراس حیات کیوجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والے کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں

خطبات حکیم الاسلام ج7 ص187، ماہنامہ تعلیم القرآن اگست 1962 ص27-28)۔

احقراوراحقر کے مشائخ کامسلک وہی ہے جوالمہند میں بالتفصیل مرقوم ہے۔یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاءؑ بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند سے ہٹے ہوئے ہیں۔

رحمت کائنات ص32

تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

رسالہ نافعہ تسکین الصدور سے استفادہ نصیب ہوا۔ اس کی وقعت وعظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مولانا سرفراز خانؒ صاحب کی تالیف ہے جو اپنی محققانہ ومعتدلانہ طرز تالیف میں معروف ہیں۔ تسکین الصدور' حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے جس سے روحی اور قلبی تسکین ہوجاتی ہے۔ جس جس مسائل پر کلام کیاگیاہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اھل السنت والجماعت کے مسلک اور مذہب منصور کے مطابق ہی نہیں بلکہ فی نفسہ اپنے تحقیقی رنگ کیوجہ سے پوری جامعیت کے ساتھ منضبط ہوگئے ہیں اوران سے دلوں میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے

حق تعالیٰ مولف ممدوح کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے اوران کے علم وعرفان اور عمل وایمان میں روز افزوں ترقیات عطاء فرمائے آمین۔

تسکین الصدور ص20

20 فخر المحدثین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی

لاشك فی حیوته بعدوفاته وکذاسائر الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورھم حیاتھم اکمل من حیاۃ الشھداء۔

اعلاء السنن ج10 ص505

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اوران کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ

احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضۂ اقدس پر جو درود پڑھا جاوے' بلاواسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اھل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء کرامؑ پر "آب حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ "المھند علی المفند" بھی اہل انصاف اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعوی کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(تسکین الصدور ص37'قبر کی زندگی 495-496'مقام حیات ص272 ط:ادارہ المعارف لاہور)

انہﷺ حی فی قبرہ بعد موتہ کما فی حدیث: الانبیاء احیاء فی قبورھم وقد صححہ البیہقی والف فی ذلک جزأ. قال الاستاد ابو منصور البغدادی: قال المتکلمون المحققون من اصحابنا: ان نبیناﷺ حی بعد وفاتہ انتھی۔

اعلاء السنن ج1 ص498

21 رئیس المفسرین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی

تمام اھلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

سیرت المصطفی ج3 ص162

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں

سیرت المصطفی ج3 ص168

احادیث متواترہ سے انبیاء کرامؑ کی جو حیات ثابت ہے۔ وہ حیات فی القبور ہے۔ نہ کہ حیات فی السمٰوات۔

سیرت المصطفی ج3 ص169

انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے۔ اور روح کا اصل تعلق اجسام سے قبروں میں ہے۔

سیرت المصطفی ج3 ص169

حضرات انبیاء کرامؑ بلاشبہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

سیرت المصطفی ج3 ص170

روح مبارک کا اسی جسد اطہر سے تعلق قائم ہے جو روضۂ اقدس میں ودیت رکھا گیا ہے۔

سیرت المصطفی ج3 ص171

22 مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہان پوری

آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں اپنے جسد مبارک کے ساتھ زندہ ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ ﷺ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے بدعتی ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ جنکا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے جو انکار کرتا ہے وہ خارج از اھلسنت والجماعت ہے۔

خیر الفتاوی ج1 ص124 'تسکین الصدور ص50/49

تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"کتاب تسکین الصدور موصول ہوئی۔ شکر گذار ہوں۔ وصول ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ جناب والا نے کتاب کے ہر مبحث کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ مسائل کو دلائل صحیحہ سے اور نقول معتبرہ سے باحسن وجوہ ثابت کر دیا۔ اور اھلسنت والجماعت کے عقیدہ کو بطریق صحیح ثابت کرنے میں کسی قسم کا فتور واقع نہیں ہوا۔ اثبات عذاب قبر اور اثبات حیاۃ الانبیاء فی القبور کو جن دلائل حقہ سے ثابت کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ طالب حق وہدایت کو کسی قسم کے چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔ متعنت اور معاند (ضدی اور ہٹ دھرم) سے امید نہیں کہ وہ ہدایت (تسکین الصدور کے دلائل) قبول کریں۔ ان مسائل میں معاندین

کے شکوک رکیکہ اوراعتراضات واھیہ میں ان کے جوابات دندان شکن دے دیے ہیں۔ اوران شبہات کوزائل کردیاہے الحاصل کتاب تحقیقات سے مملو اور دلائل سے مشحون ہے عوام وخواص دونوں طبقوں کے لئے بہت مفید ہے۔

تسکین الصدور ص19

23فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی

(رسول اللہ ﷺ کی) قبر اطہر میں زندہ ہونے کی بحث مستقل ہے۔ علماء حق کی تحقیق یہ ہے کہ زندہ تشریف فرماہیں۔

فتاویٰ محمودیہ باب ما یتعلق بحیات الانبیاءؑ ج1 ص532-533

24امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری

کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ صاحب سے مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ان کو فرمایا۔ کہ تم مسئلہ حیات میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک کا ترک کر چکے ہو۔ اسی لئے اگر میں آئو نگا تو مسئلہ حیات بیان کرونگا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو' بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔

(حیات انبیاء کرامؑ از مولانا مفتی عبد الشکور ترمذیؒ ص:20 ط: المکتبۃ الاشرفیہ لاہور

25مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

(سورۃ احزاب 53)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسے کوئی زندہ شوہر گھر سے غائب ہو۔ اس بناء پر آپ ﷺ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔

معارف القرآن ج7 ص203

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

(سورۃ احزاب 45)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

تمام انبیاء کرامؑ خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گذرنے کے بعد بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہے۔

معارف القرآن ج7 ص177

ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدالله توابا رحيماً

(سورۃ النساء 64)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اگرچہ یہ آیت خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کردیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز کے بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا۔ اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہگار رسول ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کیلئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اسی لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک یعنی مغفرت کر دی گئی۔ [معارف القرآن ج2 ص460]

تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ تسکین الصدور کو کس قدر تفصیلاً دیکھنے کی نوبت آئی جوں جوں دیکھتا جاتا تھا دل سے دعائیں نکلتی تھیں کہ ماشاء اللہ تحقیق کا حق بھی پورا ادا کر دیا۔ [تسکین الصدور، ص32]

انبیاءؑ در قبور خود زندہ اند و ایں قدر از حدیث معتبر ثابت است [القول النقی ص8]

26 مرشد العلماء والصلحاء مولانا عبد اللہ بہلوی

ہمارے اکابر و اسلاف دیو بند رحمھم اللہ تعالیٰ عنھم ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمھم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔ [القول النقی ص29]

27 مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود

نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلامؑ اپنی قبور مطہرہ میں حیات ہیں۔ [فتاویٰ مفتی محمود ج1 ص350]

تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

مولانا موصوف نے جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس کتاب کی تالیف کی ابتداء فرمائی... فجزاھم اللہ احسن الجزاء حضرت مولانا بالکل مثبت علمی انداز میں اھلسنت والجماعت کے متفقہ عقائد کو بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ کتاب وسنت اور اقوال فقہاء متکلمین امت کے جامع استدلالات سے مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا...... جس کے پڑھنے سے مطالب خود بخود ذہن میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ میں اس دینی عظیم خدمت پر مولانا موصوف کی خدمت میں ھدیہ تبریک پیش کر کے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تو حضرت کی اس تالیف کو قبول فرما کر مسلمان عوام کے لئے فائدہ مند بنائے اور زائغین (ٹیڑھوں) کی ھدایت کا ذریعہ بنا کر حضرت مولانا موصوف کی فلاح دینوی و نجات اخروی کا سبب بنا دے۔ **وماذلك على الله بعزيز**

تسکین الصدور ص36

28 حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

انبیاء اکرامؑ کے بارہ میں انحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، قریب سے درود و سلام سنتے اور اسکا جواب بھی دیا کرتے ہیں اس کتاب میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی جارہی ہے۔ یہاں سے ان حضرات کی کم علمی واضح ہو جاتی ہے۔ جو مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلمؐ کو شرک قرار دیتے ہیں شرک تو تب ہوتا کہ کسی کو ایسا زندہ مان لیا جاتا جس کی حیات خدا تعالیٰ کی عطانہ ہو اسکے گھر کی ہو پھر اس پر کبھی موت طاری نہ ہو مگر یہ تو کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے کیا جو پیغمبر دنیا میں زندہ تھے وہ شرک تھا؟ کیا قیامت میں ہم سب زندہ ہوں گے اور زندہ بھی ایسے کہ پھر کبھی نہ مریں گے کیا وہ شرک ہو جائے گا؟ پھر اگر اللہ تعالیٰ کسی کو درمیان میں، قبر میں بھی پوری یا ادھوری زندگی عطا فرمادیں وہ کیسے شرک ہو گیا؟ جبکہ علماء دیو بند نہ تو آنحضرت ﷺ کی وفات ہو جانے کا انکار کرتے ہیں نہ پیغمبروں کی حیات کو اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ صرف آپؐ کے ارشاد کے مطابق قبروں میں انبیاء کرامؑ کی حیات اور نماز پڑھنے اور سلام و درود سننے کا اقرار کرتے ہیں تو کیا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو ماننا شرک ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت اور ضد سے بچائے (آمین) [(تسکین الصدور ص207،206]

29 حضرت مولانا شمس الحق افغانی

آپ کی کتاب تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور پہونچی اس کے مندرجات مطالعہ سے گزرے الم وراحت قبر اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور اور انکے سماع عند القبور اور عام سماع موتی اور توسل بمقبولین کے ابحاث کی تفسیری کلامی اور فقہی وحدیثی دلائل اور نقد الرواۃ کے مباحث بھی نظر سے گزرے ان ابحاث پر آپکی کتاب کا لب لباب اہل السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہے اور منہج سلف صالحین کا آئینہ دار ہے۔ احقر ان

سے متفق ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ جل مجدہ اس کتاب کو اہل زیغ کے لئے موجب ہدایت بنائے۔ مجھے امید ہے کہ اس کتاب کی برکت سے متنازعین کا اختلاف ختم ہوجائے گا بشرطیکہ توفیق الہی اور خشیۃ اللہ دستگیری فرمائے اور اتباع ہوی کی آلایش سے قلب وضمیر کو پاکی نصیب ہو۔ [تسکین الصدور ص22]

30 حضرت مولانا محمد یوسف بنوری

حضرات انبیاء کرام کی حیات بعد الممات کا مسئلہ صاف ومتفقہ مسئلہ تھا۔ شہداء کی حیات بنص قرآن ثابت تھی۔ اور دلالۃ النص سے انبیاء کرام کی حیات قرآن سے ثابت تھی اور احادیث نبویہ سے عبارت النص کے ذریعہ ثابت تھی۔ لیکن برا ہو اختلافات اور فتنوں کا کہ ایک مسلمہ حقیقت زیر بحث آکر مشتبہ ہوگئی کتنے تاریخی بدیہیات کو کج بحثیوں نے نظری بنادیا اور کتنے حقائق شرعیہ کو کج فہمی نے مسخ کرکے رکھ دیا یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے۔ ملاحدہ وزنادقہ کی زبان کب بند ہوسکی۔

تسکین الصدور ص22-23

31 مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

آٹھ' دس سال سے حضرات انبیاء کرام کی حیات کا انکار بعض ایسے عالموں کی طرف سے شائع ہونے لگا جو کہ ہمارے اپنے شمار ہوتے تھے۔ بہت ہی جی چاہتا تھا کہ کوئی اللہ کا بندہ اس مسئلہ کی پوری پوری تحقیق لکھ دے...... خود تو کم صحت کم فرصت کم استعداد اس سے قاصر تھا۔ بس دل میں یہ تمنا موجزن تھی حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی اور عرق ریزی سے یہ تحقیق مکمل کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری وہ دلی تمنا مولانا کے ہاتھوں پوری فرمادی اس لئے حرف حرف مزے لے لے کر پڑھتا چلا گیا ہر بحث پر دل باغ باغ ہوتا گیا اور دعاؤں میں سرشار ہوتا رہا۔۔۔ الحمدللہ جیسا دل چاہتا تھا یہ کام انجام پاگیا۔ احادیث کے اسناد کی صحت اور مفہومات کی تحقیقات 'شبہات کے جوابات ماشاء اللہ نور علی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف کو بہترین جزاوں سے دونوں جہانوں میں سرفراز فرمائیں اور مشتبہ آنکھوں کے لئے کتاب کو سرمۂ بصیرت بنائیں۔ [تسکین الصدور ص27-26]

32 شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

علماء دیوبند کی تصدیق سے شائع ہونے والی اجماعی دستاویز تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

بحمد اللہ کتاب میں جتنے مسائل کی تنقیح اور تشریح کی گئی ہے سب کو اہل السنت والجماعت خصوصاً اکابر دیوبند کے مسلک کے موافق پایا۔

تسکین الصدور ص28

دارالعلوم حقانیہ سے چھپنے والے فتاوی میں مرقوم ہے

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تمام اہل سنت والجماعت اور جملہ اکابرین علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات موعود کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۔۔۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے قریب جو درود وسلام پڑھا جائے اس کو آپ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی تمام محدثین ومتکلمین اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے

فتاوی حقانیہ ج1 ص158

33 حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی

ھو حی فی قبرہ کحیاۃ الانبیاء ..وحرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

حیاتھم اعلی واکمل من الشھداء ..وشانھم ارفع فی الارض والسماء

انوار القرآن حافظ الحدیث نمبر اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۲ ص ۱۲۲

تسکین الصدور کی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ۔ اپنے موضوع میں مسلک اھل السنت والجماعت کے بیان میں کافی وشافی ہے۔ [تسکین الصدور ص27]

34 خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

حضرت خواجہ صاحب اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاءؑ وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کیساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں روضہ اقدس ﷺ پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اسکا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریر بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک کے صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرماوے۔ [مجلہ "صفدر" گجرات شیخ المشائخ نمبر ص686-687]

35 حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحبؒ مفتی جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا

"مسئلہ حیاۃ انبیاءؑ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس مسئلہ پر تمام علماء محدثین وفقہاء ومفسرین اور چاروں اماموں کے مقلدین بلکہ اہل ظواہر غیر مقلدین بھی متفق ہوں تو اس مسئلہ میں ایک جدید طریق اختیار کرنا تحقیق نہیں بلکہ علماء امت کی تضحیک ہے۔ خدمت اسلام نہیں تذلیل اہل ایمان ہے۔ اگر جمہور سلف صالحین پر اعتماد نہیں تو دین تمہارا خانہ زاد نہیں۔ [حیات النبی ﷺ اور مذاہب اربع ص 4]

36 استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری

عالم برزخ میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقیہ دنیویہ بجسد ھم العنصری کا مسئلہ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ مسئلہ ہے

القول النقی فی حیات النبی ص30

علماء دیوبند کی تصدیق سے شائع ہونے والی اجماعی دستاویز تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

کتاب تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور مولفہ حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب اطال اللہ بقائہ وعم فیضہ کو میں نے اول سے آخر تک حرفاً حرفاً سنا۔ اتباع سلف صالحین میں ہر مسئلہ میں مذہب جمہور کو قرآن مجید وحدیث شریف صحیح وحسن فقہ حنفی کے ذخیرہ کی روشنی میں مسائل کو ادلہ کثیرۃ سے ایسا مبرہن کیا ہے کہ اس سے زائد کی گنجائش نہیں۔ [تسکین ص 21]

37 سید العلماء حضرت مولانا محمد عبد الخالق

علماء دیوبند کی تصدیق سے شائع ہونے والی اجماعی دستاویز تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

حیوۃ الانبیاء فی القبور کو متواتر احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے اور اسکو بھی اجماعی مسئلہ قرار دیا گیا ہے، سماع الانبیاء عند القبور بلا واسطہ کو بھی احادیث سے اور حضرات صحابہ کرام کی تقریر سے اور جمہور علماء اہل السنت کے اقوال سے ثابت مانا گیا ہے ۔۔۔ مجھے ان کی تحقیقات سے کلی اتفاق ہے۔

تسکین الصدور ص29

38 وکیل اھلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین

اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم مبارک کو حیات عطا کرتے ہیں اسی جسم میں حیات ہوتی ہے جو جسم اس دنیا میں تھا۔ [یادگار خطبات ص 101]

39 پاسبان مسلک دیوبند حضرت مولانا محمد علی جالندھری

آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اسی دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضۂ انور میں محفوظ وموجود ہیں۔ اسی تعلق کی وجہ سے روضۂ انور پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطے کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔

اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے المہند میں حیات دنیویہ برزخیہ سے تعبیر کیا ہے۔[(سوانح وافکار مولانا محمد علی جالندھریؒ ص324)]

40فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

احتج القائلون بأنها مندوبة بقوله تعالیولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول الاية وجه الاستدلال بها انه حیﷺ فی قبره بعد موته کمافی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورهم

(احسن الفتاویٰ ج4ص561ط: مکتبۃ الرشید کراچی)

41شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضۂ اطہر میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں اور یہ حیات برزخی ہے، آنحضرت ﷺ درودو سلام پیش کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور وہ تمام امور جن کی تفصیل اللہ ہی کو معلوم ہے، بجالاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو حیات برزخیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے اور اس حیات کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ ہے

آپ کے مسائل اوران کا حل ج1ص299

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اپنی قبر شریفہ میں حیات ہونا اور حیات کے تمام لوازم کے ساتھ متصف ہونا برحق اور قطعی ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔۔[آپ کے مسائل اور ان کا حل ج1ص261' جدید تخریج شدہ ایڈیشن]

42 استاد الحدیث حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی

غرض آپ ﷺ کی اور جملہ انبیاء علیہم اسلام کی قبر میں حیات کا دلائل کے ساتھ ہم کو قطعی علم ہے اور اس بارے میں تواتر کے درجے کو حدیثیں پہنچ چکی ہیں۔۔[(ترجمان السنۃ ج3ص302حدیث نمبر1073ط:ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)]

43محافظ ناموس صحابہؓ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری

الحمد للہ کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی قبر اقدس میں حیات مبارکہ باجماع امت ثابت ہے۔اور اس میں عموماً کسی قابل ذکر شخصیت کا اختلاف منقول ومعلوم نہیں۔(حیات الاموات خصوصاً حیات النبیؐ سید الکائنات ص126ط کتب خانہ مجیدیہ)

44 حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری

انبیاء کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور انکو رزق دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے

(فتاویٰ رحیمیہ کتاب العقائد ج8ص32ط مکتبہ رحمانیہ لاہور)

45 شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیریؒ

''اگر روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں' بلکہ جمیع اہل السنۃ والجماعۃ اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے۔ وہ حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہیے''۔

(خیر الفتاویٰ ج نمبر1باب ما یتعلق بالایمان والعقائد ص128-129ط:مکتبہ امدادیہ ملتان)

46 فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی

حضرات انبیاء کرامؑ کی انکی قبروں میں زندگی متفق علیہ عقیدہ کی حیثیت سے ایک طے شدہ حقیقت ہے۔اکابر اہلسنت میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ملتا جسے انبیاء کرامؑ خصوصاً حضرت محمد ﷺ کی حیات فی القبر کا انکار کیا ہو۔اور قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح مبارک کے جسد اطہر سے اتصال وتعلق کی نفی کی ہو۔بلکہ اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ قبر میں روح مبارک کا جسد اطہر سے ایسا تعلق اور اتصال ثابت ہے جس سے جسم مبارک میں حیات اور سماع کی قوت

حاصل ہے۔ اور قبر مبارک کے قریب سے سلام کہنے والوں کا سلام آپ ﷺ بنفس نفیس خود سماعت فرمالیتے ہیں

۔(حیات انبیاء کرام ﷺ ص 113 ط: مکتبہ اشرفیہ لاہور)

47 حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب سواتیؒ

ان النبی حی فی قبرہ کہ اللہ کا نبی ﷺ قبر میں زندہ ہیں۔ یہ زندگی محض روحانی زندگی نہیں کیونکہ روح تو ابو جہل کی بھی زندہ ہے بلکہ نبی کی زندگی کمال درجے کی زندگی ہے اس برزخی زندگی کے متعلق سلف کے دو مسلک ہیں۔

اگر آپ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے تو اسکا تعلق قبر کے ساتھ بھی ہے اسی لئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ یعنی جو شخص میری قبر پر آکر درود پڑھے گا تو میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا معراج کے واقعہ والی روایت بھی حیات النبی ﷺ کی تصدیق کرتی ہے۔

(معالم العرفان فی دروس القرآن ج 15 ص 341-342' ط: مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ)

48 شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ عقیدہ نہ صرف علماء دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے۔

(کشف الباری شرح صحیح بخاری کتاب المغازی ص 125 ط: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی)

49 مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا تعلق جسم اطہر کے ساتھ شہید سے بھی زیادہ ہے، اتنا زیادہ ہے کہ کسی اور کی روح کو اپنے جسم سے اتنا تعلق نہیں ہوتا چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر جو آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے آپ اسے خود سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ فتاوی دار العلوم کراچی ج 1 ص 100

50 شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ان الاصل فی ھذہ المسئلہ قول اللّٰہ تبارك وتعالیٰ: ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون ولماثبت الحیاۃ للشھداء ثبت للانبیاء ﷺ بدلالۃ النص لان مرتبۃ الانبیاء اعلیٰ من مرتبۃ الشھداء بلاریب..وقدورد فی ھذا الباب حدیث صریح..عن انس ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ... وبالجملۃ فان ھذہ الاحادیث مع حدیث الباب (مررت علی موسیٰ ﷺ الخ ...) تدل علی کون الانبیاء احیاء بعدوفاتھم وھومن عقائدجمھوراھل السنۃ والجماعۃ..وانماالمقصودحیاتھم بمعی ان لارواحھم تعلقا قویاباجسادھم الشریفۃ المدفونۃ فی القبورولھذاالتعلق القوی حدثت لاجسادھم خصائص کثیرۃ من خصائص الاجسادمثل سماع السلام وردہ..

(تکملہ فتح الملھم ج 5 ص 30-28 ط: دار العلوم کراچی)

منکرین حیات کا حکم

" من انکر الحیاۃ فی القبر وھم المعتزلہ ومن نحانحوھم "

(عمدۃ القاری ج:11 ص:403)

وقد تمسك بہ من انکر الحیاۃ فی القبر وأجیب عن أھل السنۃ المثبتین لذلك بأن المراد نفی الموت اللازم من الذی أثبتہ عمر بقولہ ولیبعثہ اللہ فی الدنیا لیقطع أیدی القائلین بموتہ ولیس فیہ تعرض لما یقع فی البرزخ [فتح الباری ج 7 ص 29]

حضرت مولنا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں

حاصل کلام اگر انکا ادراک و شعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں۔[] فتاوی عزیزی ص164

الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیاۃ دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل تخریج شدہ ج:1ص:295)

:ہمارے نزدیک اہل السنت والجماعت کے اس عقیدہ حیات کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے۔ (سوانح وافکار حضرت جالندھری ص:326

مفکر اسلام مفتی محمود فرماتے ہیں:

یہ عقیدہ کہ آپکا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح وسلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنت والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔[القول النقی ص32]

ایک شخص نے مفتی محمود رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ،،جو آدمی قبر میں حضور کی حیات کا منکر ہو،روضۂ اقدس پر الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللہ کہنے کا قائل نہ ہو اور حضور کی ذات کو نور کہتا ہو اس کے بارے میں کیا حکم ہے[مفہوما]

حضرت مفتی صاحب تینوں مسائل میں مسلک اہل السنت والجماعت کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں،،بلا تاویل اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے،[فتاوی مفتی محمود ج1ص354،353]

مولانا نصیر الدین غور غشتوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

پنج پیریان قرآن کریم میں تحریف کرتے ہیں اور آیات واردہ فی حق المشرکین مومنوں پر صادق کرتے ہیں۔ان سے قرآن کریم کا ترجمہ نہ کرنا اور ان جیسے فاسد عقائد والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کسی دیندار متقی کے پیچھے پڑھو۔[سوانح مولانا غور غشتوی ص170]

حضرت خواجہ خان محمد صاحب اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔ قرون اولی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی ﷺ کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاءؑ وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینھا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کیساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں روضۂ اقدس ﷺ پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اسکا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریر بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک کے صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرماوے۔

مجلہ ''صفدر'' گجرات شیخ المشائخ نمبر ص686-687

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتھم فرماتے ہیں:

حضرات صحابہ کرام سے لیکر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا ہے، علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں، جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔[خوشبو والا عقیدہ حیات النبی ص21]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سماع صلوٰۃ وسلام

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

عقیدہ اہل السنت والجماعت:

اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلق روح زندہ ہیں، ان کے اجسادِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے اسے بلاواسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے ان کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

اہل بدعت کا نظریہ:

منکرین سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں [معاذاللہ]، صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے، یہ عقیدہ ہے،اس کے دلائل من گھڑت ہیں، یہ عقیدہ شیعہ کا ہے، اس عقیدہ کے قائلین شرک کے کھیت کے دہقان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قارئین کی خدمت میں ان کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں۔

1: فرقہ مماتیت اپنے بعض عقائد منظر عام پر لائے اور جماعتی لیٹر پیڈ پر یہ عقائد لکھ کر شائع کیے۔ سید ضیاء اللہ بخاری صاحب نے ان عقائد کی تصدیق بھی کی۔ ان عقائد میں یہ درج ہے کہ:

عقیدہ (2) آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے جو سماع کا قائل ہے وہ بے ایمان کافر اور مشرک ہے (عند القبر صلوۃ وسلام کے سماع کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ سب کی سب جعلی اور موضوع ہیں)

تمام عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ [دستخط] ضیاء اللہ

(نوٹ: اس کی ایک کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے: از ناقل)

2: محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب (مماتی) عقیدہ حیاۃ وسماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائلین کے بارے میں لکھتے ہیں:

☆ "حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتیٰ اور بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں۔" (شرک کیا ہے: ص4)

☆ امام الانبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ جھوٹ لگایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر سلام کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔

(کیا مردے سنتے ہیں: ص37)

☆ امام الانبیاء علیہم السلام قبر منور پر آنے والوں کے سلام کو نہیں سنتے۔ (کیا مردے سنتے ہیں: ص39)

3: مولوی اللہ بخش صاحب (مماتی) لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود وسلام عند القبر سننا وجواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔

(دعوۃ الرشاد: ص8 مؤلف مولوی اللہ بخش، مؤید عنایت اللہ شاہ گجراتی)

4: فتاویٰ اصحاب الحدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درود وسلام کو سنتے نہیں ہیں۔ (ج2 ص62)

ایک دوسرے مقام پر ہے: بہر حال رسول اللہ صلی اللہ ہمارے درود وسلام کو براہ راست ہم سے نہیں سنتے ہیں۔ (ج2 ص63)

دلائل اہل السنۃ والجماعۃ از قرآن مجید

پہلی آیت:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (البقرۃ:154)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

تفسیر:

[۱]: مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (1270ھ) ایک مقام پر حیات الشہداء کا ذکر کرتے ہوئے حیاۃ الانبیاء کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

وهي فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا صلى الله عليه وسلم أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السلام ... إن تلك الحياة في القبر وإن كانت يترتب عليها بعض ما يترتب على الحياة في الدنيا المعروفة لنا من الصلاة والأذان والإقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك إلا أنها لا يترتب عليها كل ما يمكن أن يترتب على تلك الحياة المعروفة.

(روح المعانی: ج22 ص38 تحت قولہ تعالیٰ: ماکان محمد اباحد من رجالکم)

ترجمہ: یہ حیات (جو انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے) شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے... اس قبر کی زندگی پر اگرچہ بعض وہ امور مترتب ہوتے ہیں جو ہماری دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں مثلاً نماز، اذان، اقامت اور سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا اور اسی طرح کے دیگر امور، مگر اس پر وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔

[۲]: شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب فرماتے ہیں:

والذی نعتقد ان رتبة نبينا صلى الله عليه وسلم اعلى مراتب المخلوقين على الاطلاق وانه صلى الله عليه وسلم حي في قبره حيوة مستقرة ابلغ من حيوة الشهداء المنصوص عليها في التنزيل اذ هو افضل منهم بلا ريب وانه صلى الله عليه وسلم يسمع من يسلم عليه. (اتحاف النبلاء: ص:415)

ترجمہ: ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن میں منصوص ہے، بہت بالاتر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بلاریب افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کا سلام خود سنتے ہیں۔

دوسری آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (سورۃ الحجرات: ۳،۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کرلیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

تفسیر:

[۱]: مولانا محمد مالک کاندھلوی (م1409ھ) فرماتے ہیں:

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیؔ (زندہ) ہیں۔ (معارف القرآن تکملہ ج:7 ص487)

[۲]: علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ السندھی الحنفی رحمہ اللہ (م978ھ او993ھ) فرماتے ہیں:

ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعاً خاشعاً مع الذلة و الانكسار و الخشية و الوقار والهيبة و الافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً يمينه على شماله مستقبلاً للوجه الكريم مستدبراً للقبلة........ محترزاً عن اشغال النظر بما هنالك من الزنية. متمثلاً صورته الكريمة في خيالك. مستشعراً بأنه عليه الصلوة و السلام عالماً بحضورك و قيامك و سلامك مستحضراً عظمته وجلالته و شرفه و قدره صلى الله عليه و سلم ثم قال مسلماً مقتصداً من غير رفع صوت لقوله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ولا اخفاء بحضور و حياء.

(لباب المناسک للسندی: ص508 باب زیارۃ سید المرسلین)

ترجمہ: پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کئے ہوئے جوارحات کو حرکات سے بند رکھتے ہوئے، دل کو ہر بات سے اُس مقصود کے لئے فارغ کئے ہوئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے، چہرہ مکرم کی طرف منہ کئے ہوئے، اور قبلہ مبارکہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور وہاں کی آرائش وتزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کا تصور لیے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیری موجودگی، تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت بلندی قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پھر سلام پیش کرے، میانہ روی سے اور آواز کو پست رکھتے ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آواز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے پست رکھو، اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی)، اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضور قلب اور حیاء کے ساتھ سلام عرض کرے۔

[۳]: قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م1322ھ) فرماتے ہیں:

"اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے: "السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك الى ربك" (اے اللہ کے رسول! آپ کو فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام قبول ہو، وہ شخص آپ سے درخواست کر رہا تھا کہ آپ اس کے لیے رب سے سفارش کریں) (تالیفات رشیدیہ: ص650 زبدۃ المناسک)

[۴]: شارح ابوداؤد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م1346ھ) فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔"

(تذکرۃ الخلیل: ص370)

[۵]: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ''(م 1369ھ) فرماتے ہیں:

''اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔'' (تفسیر عثمانی: ج2ص640)

احادیث مبارکہ سے ثبوت

اس عنوان کے تحت ہم ان احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جن سے سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر1:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ

(سنن ابی داؤد: ج1 ص286 کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد: ج9ص 575 رقم الحدیث 1075، مسند اسحاق بن راھویہ: ص204 رقم الحدیث 520، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج5 ص245 باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شعب الایمان للبیہقی: ج2ص217 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث 1581)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تصحیح واستدلال بالحدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1) علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م728ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ. (مجموع الفتاوی: ج27ص55 کتاب الزیارۃ)

ترجمہ: یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

(2) امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م756ھ) فرماتے ہیں:

وهذا اسناد صحيح. (شفاء السقام: ص161 الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ)

ترجمہ: اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

(3) حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) فرماتے ہیں:

وصححه النووی فی الاذکار. (تفسیر ابن کثیر: ج3 ص674 تحت الآیۃ: ان اللہ وملئکتہ یصلون)

ترجمہ: امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب ''الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

(4) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ (م852ھ) اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

ورواته ثقات. (فتح الباری ج:6 ص:596 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذ کر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

(5) علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ) فرماتے ہیں:

وروى ابو داود بسند صحيح..... عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا. (وفاء الوفاء ج4 ص1349 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

(6) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م1122ھ) فرماتے ہیں:

باسناد صحيح. (شرح المواہب للزرقانی: ج8 ص308)

ترجمہ: یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

(7) خاتم المحدثین مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م1352ھ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

رواتہ ثقات. (عقیدۃ الاسلام: ص120)

ترجمہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(8) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ (فتح الملہم ج1 ص330 باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ الخ)

ردروح کا مطلب:

اس حدیث میں "ردروح" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطا فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

1: علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) فرماتے ہیں:

(الا رد اللہ علی روحی) ای رد علی نطقی لانہ صلی اللہ علیہ و سلم حی دائماً و روحہ لا تفارقہ لان الانبیاء احیاء فی قبورھم. (السراج المنیر: ج3 ص278)

ترجمہ: حدیث "إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِی" میں "ردِروح" سے مراد قوتِ گویائی کا عطا ہونا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

2: قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م1297ھ) فرماتے ہیں:

اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ وتجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت ومحبیت تامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل رہتی ہے، اپنے ہوش عطاء فرمادیتا ہے۔ یعنی مبدء انکشاف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، سو چونکہ سلام اتیان بھی مجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں، اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسن اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اثباتِ حیات اور دفع مظنہ ممات بمعنی انقطاعِ تعلق حیات کے لیے جواب میں اور تکلفات کی حاجت نہ رہے گی۔

(آب حیات: ص206)

3: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) فرماتے ہیں:

اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت وجبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو "ردروح" سے تعبیر فرمادیا۔

(نشر الطیب: ص200 اٹھائیسویں فصل)

4: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م1377ھ) فرماتے ہیں:

الف: ابوداؤد کی روایت میں "رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِیْ" فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِی حَتّٰى أُسَلِّمَ عَلَيْهِ او کما قال" اگر لفظ "إِلَيَّ رُوْحِیْ" فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا تھا، "إِلیٰ" اور "عَلیٰ" کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، "عَلیٰ" استعلاء کے لئے ہے اور "إِلیٰ" نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب ومعرفت

میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہِ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

ب: اگر بالفرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور "عَلیٰ" اور "اِلیٰ" میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوامِ حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندورون نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوامِ حیات لازم آئے گا۔

(مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول ص248)

5: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1417ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حدیث کے ظاہری الفاظ "إِلاَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِی" سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی، اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے، اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے "ردروح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو "ردروح" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ (معارف الحدیث: ج5 ص238 ص239)

حدیث نمبر2:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ"

(مشکوٰۃ المصابیح: ص87 باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی: ج2 ص218 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ وتوقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم: ص22، القول البدیع للسخاوی: ص160 الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی: ص104، کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح الباری: ج13 ص279)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فرماتے ہیں:

واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید. (فتح الباری ج:6 ص:595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذ کر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: محدث ابو الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

(2) امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م902ھ) نے اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (القول البدیع للسخاوی: ص160 الباب الرابع)

(3) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م1014ھ) فرماتے ہیں:

ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید. (المرقاۃ: ج4 ص22 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا)

ترجمہ: ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

(4) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م1369ھ) نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے:

سندہ جید. (فتح الملہم: ج1 ص330 باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: اس حدیث کی سند کھری ہے۔

(5) امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) فرماتے ہیں:

ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔ (تسکین الصدور: ص328)

(6) مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں:

" اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: قال میرك نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید. "

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص48 اکتوبر 1967ء)

(7) نواب صدیق حسن خان غیر مقلد اس روایت کو اپنی کتاب "دلیل الطالب" میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔ (ص844)

حدیث نمبر 3:

عن عطاء مولی أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليهبطن عيسى ابن مريم حكما عدلا و إماما مقسطا و ليسلكن فجا حاجا أو معتمرا أو بنيتهما و ليأتين قبري حتى يسلم علىّ و لأردن عليه يقول أبو هريرة: أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام

(المستدرک للحاکم: ج3 ص489، 490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم، مسند ابی یعلی: ص1149 رقم الحدیث 6577، مجمع الزوائد: ج8 ص387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ: ج2 ص490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر

تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابو ھریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔

فائدہ:

اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(1) امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح الإسناد. (المستدرک للحاکم: ج 3 ص 489، 490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم)

ترجمہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(2) علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م 748ھ) بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم: ج 3 ص 489، 490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم)

(3) علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م 807ھ) فرماتے ہیں:

رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد: ج 8 ص 387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام)

ترجمہ: اس روایت کو امام ابو یعلیٰ نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی بخاری کے راوی ہیں۔

(4) علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) نے اس کو صحیح فرمایا ہے۔ (الجامع الصغیر: ج 2 ص 260 رقم الحدیث 7742)

سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت
سلف صالحین اور علمائے اُمّت سے

1: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م 24ھ) کے بارے میں ایک واقعہ مروی ہے:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (صحیح البخاری: ج 1 ص 67 باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ (یعنی کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟) انہوں نے کہا: ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نکیر کرنا اس لئے تھا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، حدودِ مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں فرمایا۔

اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرمارہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

اول کارِ کہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء سے کرد سلام بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود. (جذب القلوب: ص200)

ترجمہ: پہلا کام جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء فرماتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوتا۔

علامہ السمہودی رحمہ اللہ (م 911ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

ولما قدم عمر المدينة كان اول ما بدء بالمسجد و سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم.

(وفاء الوفاء ج4 ص1358 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لاتے تو پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتے۔

2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م 57ھ) فرماتی ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے:

انها كانت تسمع صوت الوتد يوتد والمسمار يضرب فی بعض الدور المطيفة بمسجد رسول الله صلى الله عليه و سلم.
فترسل اليهم: ((لا تؤذوا رسول الله صلى الله عليه و سلم))

قالوا و ما عمل علی بن ابی طالب رضی الله عنه مصر عی داره: الا بالمناصع، توقيا لذلك. (شفاء السقام للسبکی: ص432)

ترجمہ: آپ جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے (تاکہ ان کے بننے کا شور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دے)

3: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (م 101ھ) کے بارے میں مروی ہے:

كان عمرُ بن عبد العزيز يُرسِل البريد من الشام الى المدينة ليُسلِّمَ له علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم.

(شفاء السقام للسبکی: ص166)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک قاصد مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف سے سلام پہنچائے۔

4: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ (م 150ھ)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: سنت یہ ہے کہ تم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قبلہ کی جہت سے جاؤ، قبلہ کی طرف پیٹھ کرو اور قبر شریف کی طرف چہرہ کرو، پھر کہو: السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ. (مسند الامام الاعظم: ص126 کتاب الحج)

5: علامہ ابن تیمیہ الحنبلی (م 728ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ ؛ فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنَ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذَلِكَ مِنَ الْبَعِيدِ. (مجموع الفتاوی: ج26 ص70 کتاب الحج، فصل: واذا دخل المدینۃ)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔

6: محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام الحنفی (م 861ھ) آدابِ زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم يسأل النبي صلى الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما على ملتك وسنتك---- ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها. (فتح القدیر: ج3 ص169 و ص184 کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

18: علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی (م 1069ھ) فرماتے ہیں:

لانه صلى الله عليه وسلم حي في قبره يسمع دعاء زائره. (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج3 ص398)

ترجمہ: اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زیارت کرنے والے کی دعا (یعنی صلوٰۃ وسلام) سنتے ہیں۔

19: علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی الحنفی (م 1232ھ) رقمطراز ہیں:

ينبغي لمن قصد زيارة النبي صلى الله عليه وسلم ان يكثر الصلاة عليه فانه يسمعها و تبلغ اليه

(حاشیۃ الطحطاوی: ص746 فصل فی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ آپ علیہ السلام پر کثرت سے درود پڑھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس وقت) خود سنتے ہیں اور (اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتوں کے ذریعے) آپ کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

25: سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے حکم سے تقریباً پانچ سو علماء کرام کی مستند جماعت کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کے آداب کے بیان میں یہ بات درج ہے:

ويبلغه سلام من أوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين. (عالمگیری ج1 ص292 کتاب المناسک، باب النذر بالحج)

ترجمہ: اگر کسی نے اس (زائر) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہنے کی درخواست کی ہو تو یہ (زائر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سلام بھی عرض کرے اور یوں کہے: "یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام ہوں اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے، لہٰذا آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔"

سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

اہل السنت والجماعت علماء دیوبند سے

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (م 1297ھ)

"جمال قاسمی" میں لکھتے ہیں:

ارواح انبیاء علیہم السلام کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے اور ان کا سماع بعد وفات بھی بدستور باقی ہے۔

(جمال قاسمی ص 13 ط: کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م 1322ھ)

فرماتے ہیں:

مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص 134)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (م 1339ھ)

سنن ابی داؤد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

تقدیر الکلام (مامن احدیسلم علی الاارد علیہ السلام) لانی حی اقدر علی رد السلام۔

(حاشیہ سنن ابی داود: ج 1 ص 286 باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ "جو بھی مجھے سلام کرتا ہے تو میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں زندہ ہوں تو سلام کا جواب دینے پر قادر ہوں (اس لیے جواب دیتا ہوں)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م 1346ھ)

"تذکرۃ الخلیل" میں آپ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

آستانہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بیباکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔

(تذکرۃ الخلیل: ص 370)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری (م 1352ھ)

آپ فرماتے ہیں:

ومن ھھنا انحل حدیث اخر رواہ ابوداؤدفی رد روحہ صلی اللہ علیہ وسلم حین یسلم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس معناہ انہ یرد روحہ ای انہ یحیی فی قبرہ بل توجھہ من ذلك الجانب الی ھذا الجانب فھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی کلتا الحالتین لمعنی انہ لم یطر أعلیہ التعطل قط۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری: ج 2 ص 65 باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: اور یہیں سے ابوداؤد والی حدیث بھی حل ہوگئی کہ "جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ کی روح مبارک لوٹائی جاتی ہے"

اس روح لوٹانے کا یہ مطلب نہیں کہ قبر میں زندہ کیا جاتا ہے بلکہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) آپ علیہ السلام کی ایک جانب سے دوسری جانب توجہ کردی جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حالتوں میں زندہ ہوتے ہیں، آپ علیہ السلام پر تعطل بالکل طاری نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی:

ارشاد فرمایا:

(حدیث پاک) جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود یعنی حقیقی طور پر فرشتوں کے واسطے کے بغیر میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا تو اس کی مجھے کسی فرشتہ کے ذریعے خبر دی جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ غور سے سنو! یہی ہمارا اور ہمارے سب اساتذہ کرام، مشائخ عظام اور تمام اکابرین کا مسلک اور عقیدہ ہے۔ (مجالس غور غشتوی: ص69،70)

حضرت مولانا مفتی محمود (م1400ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ مولانا عبد العزیز شجاع آبادی کی کتاب "دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا عبد العزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف "دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف" کو مختلف مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر الشریف پر اسلام وجمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا، حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق

الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ
خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان
17 ربیع الاوّل 1400ھ"

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف: ص9)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (م1402ھ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی مختلف سے طرق سے تخریج کی ہے۔

(فضائل درود شریف: ص34)

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی (م1403ھ)

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف ومشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے

بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ و سلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام: ج7 ص 181)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر (م1430ھ)

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ ایک عنوان: "عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا" کے تحت لکھتے ہیں:

"بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً 1374ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرحِ حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ ان شاء اللہ تعالیٰ الی یوم البعث والجزاء والمیزان۔" [جو ہمارے اس دعوے کا مخالف ہو تو وہ دلیل لائے، ان شاء اللہ قیامت قائم ہونے، روز جزاء آنے اور میزان عمل لگنے تک اس کے خلاف دلیل لانا ناممکن ہے]

(تسکین الصدور: ص290)

اکابر علماء دیوبند کا مسلک:

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ماہنامہ "پیام مشرق" میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے مسلک اور ان کے متفقہ فیصلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں اکابرین میں سے دس حضرات کے دستخط موجود تھے اور یہ اشتہار حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہفت روزہ رسالہ "خدام الدین" میں بھی شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے "تسکین الصدور" (ص37) میں اور ڈاکٹر علامہ خالد محمود زید مجدہ نے "مقام حیات" (ص707) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ افادہ عام کے لیے اس اشتہار کی تحریر اور اس کا سکین پیش خدمت ہے۔

اشتہار کی تحریر:

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر "آب حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ

علیہ جو حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ "المہند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

1: مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر 5

2: مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

3: مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

4: مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ

5: مولانا شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

6: مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

7: مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

8: مولانا محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

9: مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی نمبر 1

10: مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور

منجانب: حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات

(پیام مشرق: ستمبر 1960ء)

عقیدہ ثواب وعذاب قبر

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مذہب اہل السنت والجماعت:

قرآن کریم، احادیث مبارکہ، اجماع امت اور اسلاف امت کے فرامین کی روشنی میں اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر میں (جہاں میت یا اس کے اجزاء ہوں) جسد عنصری کو بتعلق روح ثواب وعذاب ہوتا ہے۔

اہل بدعت کا موقف:

[۱]: اشاعت التوحید والے حضرات کا موقف یہ ہے کہ مرنے کے بعد علیین یا سجین میں روح اور جسم مثالی کو عذاب وثواب ہوتا ہے، اس دنیا والی قبر میں جسد عنصری سے نہ تو روح کا تعلق ہوتا ہے نہ ہی اس جسم کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ ان حضرات کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

♣ مرنے کے بعد انسان زندہ ہی رہتا ہے مگر لباس ومکان بدل لیتا ہے... جسد عنصری کا لباس اتار کر جسد مثالی کا لباس پہن لینے اور دار دنیا سے منتقل ہو کر دار برزخ میں پہنچ جانے سے بھی انسان نہیں مرتا۔ (ندائے حق ج1 ص17)

♣ دنیا میں جو شخص مرتا ہے اس کی روح کا رشتہ اس مادی جسم سے ٹوٹ جاتا ہے یہ جسم فنا ہو جاتا ہے مگر مثالی اصلی جسم باقی رہتا ہے اس سے روح کا تعلق نہیں ٹوٹتا... راحت ورنج مسرت اور غم ہر وجدانی کیفیت اس کو محسوس کرتی ہے مگر اس کے باوجود یہ ظاہری مادی جسم نہیں رکھتا یہ جسم تو فنا ہو چکا ہوتا ہے... اس کا تو ہر احساس وادراک جسم مثالی کے ساتھ ہوتا ہے... روح جسم مثالی کے ساتھ ہی منکر نکیر کے سوال کا جواب دیتی ہے۔ (ندائے حق ج1 ص101،100)

♣ اس جسد عنصری میں بعد از دفن دوبارہ روح کا آنا اور میت کا قبر میں زندہ ہو جانا یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ (ندائے حق ج1 ص225)

♣ قبر وہ ہے جہاں روح کو عذاب وثواب ہوتا ہے وہی شرعی قبر ہے اور وہی روح کا ٹھکانہ ہے۔ (عقیدۃ الامت ص31 مصنف شہاب الدین خالدی)

♣ اللہ تعالیٰ اس عالم برزخ میں روح کو وہاں کے مناسب حال ایک جسم عطا فرماتے ہیں... اسی جسم مثالی میں روح قیامت تک رہے گی۔ (عقیدۃ الامت ص34)

♣ شرعی قبر جس میں ثواب وعذاب ہوتا ہے وہ ہے جو جنت کے قریب ہے۔ (عقیدۃ الامت ص36)

♣ یعنی زمین وقبر بھی مثالی زور جسم بھی مثالی اور ثواب وعذاب بھی وہیں ہوگا۔ (عقیدۃ الامت ص39)

♣ اس جسم عنصری کو عذاب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس قبر میں عذاب ہوتا ہے... عذاب وثواب روح کو ہوتا ہے جو اس جسم میں نہیں ہوتی۔ (عقیدۃ الامت ص525)

♣ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا قرآن کریم اور احادیث صریحہ کی رو سے یہ موقف ہے کہ اس مٹی والے جسم سے روح نکلنے کے بعد نہ تو وہ روح اس قبر میں مدفون جسم میں واپس آتی ہے اور نہ ہی اس مدفون جسم سے روح کا کوئی تعلق قائم ہوتا ہے۔ (عقائد علمائے اسلام ص91 مصنف شہاب الدین خالدی)

[۲]: کیپٹن عثمانی صاحب ثواب وعذاب قبر کی اس صحیح صورت کے منکر ہیں۔ چنانچہ موصوف نے اپنے ایک رسالہ "عذاب برزخ" میں کئی ایک مقامات پر اس عقیدہ کا انکار کیا ہے چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

☆ یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گذرے گا۔ (عذاب برزخ: ص2)

☆ روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور روح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت و عذاب کا دور گزرتا ہے..... اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا اور اس پر سارے حالات قیامت تک گزریں گے۔ (عذاب برزخ: ص6)

☆ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گذرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے۔ (عذاب برزخ: ص9)

☆ اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح واپس نہیں آسکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب و راحت بے معنی ہیں۔
عذاب برزخ: ص17

☆ اب اگر کوئی بضد ہو کہ اس مردے کے ساتھ جو مٹی کے ساتھ مل کر مٹی ہو جاتا ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی نہیں رہتا، عذاب و راحت کا معاملہ اس زمینی گڑھے میں ہوتا ہے تو یہ محض جہالت، ضد اور ہٹ دھرمی اور قرآن و حدیث کا صریح انکار ہے جو یقیناً اللہ تعالی کے عذاب اور آخرت سے لاپرواہی کا ہی نتیجہ ہے قرآن کی نظر میں ایسے عقیدے کا حامل شخص سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں ہو سکتا۔
قبر پرستی کا شرک اور اس کی بنیاد: ص17

کیپٹن عثمانی صاحب کی ان عبارات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

1: قبر اس دنیا والے گڑھے کا نام نہیں بلکہ علیین یا سجین کا نام ہے۔

2: برزخ روحوں کے مقر کو کہتے ہیں۔

3: موت و دفن کے بعد اس دنیا والے جسم میں نہ تو روح کا اعادہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا تعلق ہوتا ہے۔

4: قبر میں سوال و جواب کے لئے روح کو دوسرا جسم دیا جاتا ہے جسے جسم مثالی کہتے ہیں اور ثواب و عذاب بھی اسی جسم مثالی کو ہوتا ہے۔

5: دنیا والے گڑھے کو قبر ماننا، روح کا اس جسم سے تعلق کا قائل ہونا اور اس جسم کی سزا و جزا کا عقیدہ رکھنا شرک کی بنیاد اور قرآن کریم کی مخالفت و انکار ہے۔

اگر بالترتیب یہ چیزیں سمجھ لی جائیں:

1: تعیین قبر 2: اعادہ و تعلق روح (یعنی حیات فی القبر) 3: عذاب و ثواب جسم مع الروح

تو مسئلہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ ان امور کی مختصر سی تفصیل پیش خدمت ہے:

[۱]: تعیین قبر

آیات قرآنیہ:

1: وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (التوبة: 84)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین میں اگر کوئی مرجائے تو آپ اس پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

2: ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ [عبس 21]

ترجمہ: پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچا دیا

3: حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ [التکاثر 2]

ترجمہ: (ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا کی عیش حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے) یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو۔

احادیث مبارکہ

حدیث نمبر 1:

عن عمرو بن حزم قال رآنی رسول الله صلی الله علیه و سلم علی قبر فقال : انزل عن القبر لا تؤذ صاحب القبر فلا یؤذیك [شرح معانی الاثار ص 329،328 باب الجلوس علی القبور]

ترجمہ: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر دیکھا تو فرمایا قبر سے نیچے اتر جاو قبر والے کو تکلیف نہ دو اور نہ وہ تمہیں تکلیف دے (یعنی اس کی وجہ سے تمہیں تکلیف نہ پہنچے)

حدیث نمبر 2:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ وَلَوْلَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا

[بخاری ج 1 ص 177 بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں فرمایا یہود و نصاری پر اللہ تعالی کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں پر مساجد بنالیں تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام کی قبر کھلی جگہ بنائی جاتی۔

حدیث نمبر 3:

عن عائشة قالت لما مات النجاشی کنا نتحدث أنه لا یزال یری علی قبره نور

[سنن ابی داود ج 1 ص 364 باب فی النور یری عند قبر الشهید].

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت نجاشی کا انتقال ہوا تو ہمارے اندر یہ بات بیان کی جاتی تھی کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا تھا

[۲]: اعادہ و تعلق روح (یعنی حیات فی القبر)

آیاتِ قرآنیہ:

آیت نمبر 1:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

[ابراھیم 27]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو اس مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں اور قبر میں بھی اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر:

1: وأخرج البزار عن عائشة قالت : قلت یارسول الله تبتلی هذه الأمة فی قبورها فکیف بی و أنا امرأة ضعیفة قال یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة

[الدر المنثور ج 8 ص 525]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا میری کیا حالت ہو گی میں تو کمزور سی عورت ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا و فی الآخرة﴾

آپ علیہ السلام کے اس تسلی والے فرمان سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں لفظ آخرت سے مراد قبر کی زندگی ہے جہاں کے عذاب سے اللہ کلمہ کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو محفوظ فرماتے ہیں۔

فائدہ: اکثر مفسرین نے اس آیت کو ثواب وعذاب قبر کے متعلق قرار دیا ہے اور اس آیت کے تحت مرفوع اور موقوف احادیث نقل کرکے اعادہ وتعلق روح کو ذکر کیا ہے جس سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے دیکھئے : (تفسیر طبری ج8ص253، تفسیر بغوی ج3ص35، تفسیر کشاف ج2ص520، المحرر الوجیز لابی محمد عبد الحق الاندلسی ج3ص337، تفسیر بیضاوی ج1ص518، تفسیر مدارک ج1ص452، تفسیر خازن ج3ص84، تفسیر ابن کثیر ج2ص691، الدر المنثور للسیوطی ج4ص148، تفسیر ابو السعود ج5ص52، البحر المدید ج3ص370)

آیت نمبر 2:

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

الجاثیہ 26

ترجمہ:: اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجیے اللہ ہی تمہیں زندگی دیتا ہے پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔

تفسیر:

قُلِ } يا محمد لأبي جهل وأصحابه { الله يُحْيِيكُمْ } في القبر { ثُمَّ يُمِيتُكُمْ } في القبر { ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ القيامة } ويقال قل الله يميتكم مقدم ومؤخر ثم يجمعكم إلى يوم القيامة { لَا رَيْبَ فِيهِ } لا شك فيه { ولكن أَكْثَرَ الناس } أهل مكة { لَا يَعْلَمُونَ } ذلك ولا يصدقون

[تفسیر ابن عباس 2ص22]

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل اور دوسرے کفار سے کہدیں اللہ تمہیں قبر میں زندہ کرے گا{سوال وجواب کے بعد} تمہیں قبر میں موت دے گا پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا بعض حضرات کے نزدیک اس آیت میں تھوڑی سی تقدیم وتاخیر ہے { ثُمَّ يُمِيتُكُمْ } پہلے ہے اور { يُحْيِيكُمْ } بعد میں ہے اب آیت کا معنٰی ہوگا اللہ تمہیں دنیا میں موت دیں گے پھر قبر میں زندہ کریں گے، پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر اہل مکہ اس بات کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر 1:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جسے کئی محدثین نے نقل کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت پیش آنے والے حالات وواقعات، موت کے وقت مومن وکافر کی کیفیت موت کے بعد قبر میں پیش آنے والے حالات کو تفصیلاً بیان فرمایا ہے اس طویل حدیث میں قبر کے زندگی کو بیان کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا "فتعاد روحه في جسده"

سوال وجواب کے وقت میت کی روح پھر اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

(مسند احمد رقم الحدیث 18534، شعب الایمان ج1ص357،356 رقم الحدیث 395 فصل فی عذاب القبر)

مصححین ومستدلین حدیث:

حضرات ائمہ کی بہت بڑی تعداد نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس سے قبر کی زندگی کے اثبات پر استدلال کیا ہے۔ مثلاً:

☆ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ

شعب الایمان ج1 ص357

☆ وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو نُعَيْمٍ الأصبهاني : وَأَمَّا حَدِيثُ الْبَرَاءِ رَوَاهُ الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زاذان عَنِ الْبَرَاءِ فَحَدِيثٌ مَشْهُورٌ رَوَاهُ عَنِ الْمِنْهَالِ الْجَمُّ الْغَفِيرُ وَرَوَاهُ عَنِ الْبَرَاءِ : عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ وَغَيْرُهُمَا وَرَوَاهُ عَنْ زاذان عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ . قَالَ : وَهُوَ حَدِيثٌ أَجْمَعَ رُوَاةُ الْأَثَرِ عَلَى شُهْرَتِهِ وَاسْتِفَاضَتِهِ وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو عَبْدِ اللهِ بْنُ منده : هَذَا الْحَدِيثُ إِسْنَادُهُ مُتَّصِلٌ مَشْهُورٌ رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ الْبَرَاءِ

مجموع الفتاوی ج5 ص216

☆ هذا حديث ثابت مشهور مستفيض صححه جماعة من الحفاظ ولا نعلم أحدا من أئمة الحديث طعن فيه بل رووه في كتبهم وتلقوه بالقبول وجعلوه أصلا من أصول الدين في عذاب القبر ونعيمه ومساءلة منكر ونكير وقبض الأرواح وصعودها إلى بين يدي الله ثم رجوعها إلى القبر

کتاب الروح ص48

نوٹ: اس روایت کے راوی ابو معاویہ پر بعض حضرات نے اضطراب کی جرح کی ھے لیکن وہ جرح یہاں نہیں چل سکتی کیونکہ بتصریح ائمہ ابو معاویہ کی ان روایات میں اضطراب ہے جو اعمش کے علاوہ سے مروی ہوں

أبو معاوية الضرير صدوق وهو في الأعمش ثقة وفي غير الأعمش فيه اضطراب. (تاریخ بغداد ج2 ص115)

اور یہ روایت امام اعمش سے ہی مروی ہے۔ صحیح مسلم میں سبز پرندوں والی روایت بھی ابو معاویہ عن اعمش کے طریق سے مروی ہے۔

حدیث نمبر 2:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللَّهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَأَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ

صحیح بخاری ج ص باب حدیث الغار

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی تھا جو بہت گناہگار تھا جب اسے موت آنے لگی تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاوں تو مجھے جلا دینا پھر میری ہڈیوں کو پیس لینا اور مجھے ہوا میں اڑا دینا قسم بخدا اگر میں اپنے رب کی پکڑ میں آگیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا جو کسی کو بھی نہیں دیا ہو گا چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا، اللہ رب العزت نے زمین کو حکم دیا کہ اس بندے کے ذرات جہاں کہیں بھی ہیں ان کو جمع کر دے زمین نے اس کے ذرات جمع کر دیے تو وہ زندہ کھڑا ہو گیا اللہ تعالی نے فرمایا تو نے یہ کام کیوں کیا؟ ایسی وصیت کیوں کی؟ تو وہ کہنے لگا اے میرے رب میں نے تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے اس بخش دیا۔

ملاحظہ فرمائیں اگر موت کے بعد سوال وجواب اور اس کے بعد ثواب وعذاب کا تعلق اس دنیا والے جسم سے نہیں ہوتا تو اللہ تعالی نے اس بندے کے اسی دنیوی جسم کو دوبارہ کیوں زندہ فرمایا؟ اس کی روح تو محفوظ تھی اسی سے سوال وجواب کر لیتے۔

حدیث نمبر 3:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ

وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ

سنن ابی داود ج ص باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف.

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو جاتے تو تھوڑی دیر وہی ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ اس سے ابھی سوال کیے جائیں گے۔

اور سوال زندہ سے کیا جاتا ہے۔

[۳]: عذاب وثواب جسم مع الروح

قرآن مع التفسیر:

آیت نمبر 1:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ [الانعام 93]

مستدلین:

1: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری المتوفی 256ھ نے اس آیت کریمہ سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں:

باب ما جاء في عذاب القبر وقول الله تعالى ولو ترى إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطو أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم تجزون عذاب الهون

صحیح بخاری ج 1 ص 183

2: امام شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم الجوزیہ المتوفی 751ھ ایک سوال "قرآن کریم میں عذاب وثواب قبر کا ذکر کیوں نہیں؟" کے جواب میں فرماتے ہیں:

وأما الجواب المفصل فهو أن نعيم البرزخ وعذابه مذكور في القرآن في غير موضع فمنها قوله تعالى ولو ترى إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطو أيديهم أخرجوا أنفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق و كنتم عن اياته تستكبرون وهذا خطاب لهم عند الموت وقد أخبرت الملائكة وهم الصادقون أنهم حينئذ يجزون عذاب الهون ولو تأخر عنهم ذلك إلى انقضاء الدنيا لما صح أن يقال لهم اليوم تجزون"

کتاب الروح لابن قیم ص 87

3: مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب المتوفی 1396ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آج مرنے کے ساتھ ہی تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی یعنی جس میں تکلیف جسمانی بھی ہو اور ذلت روحانی بھی.

معارف القرآن ج 3 ص 393

آیت نمبر 2:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ (التوبہ: 101)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے قیامت سے پہلے دو عذابوں کو ذکر کیا ہے۔ بقولِ مفسرین ان میں ایک عذاب قبر کا ہے۔

مستدلین:

1: عن ابن عباس فی هذه الآیة قال قام رسول الله صلی الله علیه وسلم خطیبا یوم الجمعة فقال "اخرج یا فلان، فإنك منافق، واخرج یا فلان فإنك منافق فأخرج من المسجد ناسا منهم فضحهم فجاء عمر وهم یخرجون من المسجد فاختبأ منهم حیاء أنه لم یشهد الجمعة وظن أن الناس قد انصرفوا، واختبئوا هم من عمر ظنوا أنه قد علم بأمرهم فجاء عمر فدخل المسجد فإذا الناس لم یصلوا فقال له رجل من المسلمین: أبشر یا عمر، قد فضح الله المنافقین الیوم. قال ابن عباس: فهذا العذاب الأول حین أخرجهم من المسجد، والعذاب الثانی عذاب القبر". (تفسیر ابن کثیر ج3ص435)

2: وقال الحسن البصری: عذاب فی الدنیا، وعذاب فی القبر. (تفسیر ابن کثیر ج3ص435)

آیت نمبر3:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِینَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِینَ وَیَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَاءُ. (ابراھیم 27)

تفسیر نبوی:

1: عن البراء بن عازب رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال إذا أقعد المؤمن فی قبره أتی ثم شهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله فذلك قوله {یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت} حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة بهذا وزاد {یثبت الله الذین آمنوا} نزلت فی عذاب القبر. (صحیح بخاری ج1ص183)

2: عن البراء بن عازب عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: {یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة} قال نزلت فی عذاب القبر یقال له من ربك فیقول ربی الله ودینی دین محمد صلی الله علیه وسلم فذلك قوله {یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة}. (سنن نسائی ج1ص290 باب عذاب القبر)

تفسیر صحابی:

عن خیثمة عن البراء قال: {یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة} قال نزلت فی عذاب القبر. (سنن نسائی ج1ص289 باب عذاب القبر)

فائدہ: اکثر سنی مفسرین نے اس آیت کریمہ کو ثواب وعذاب قبر کے متعلق قرار دیا ہے اور اس آیت کے تحت اعادہ روح، سوال وجواب فی القبر کو ذکر کیا ہے طوالت کے خوف سے ان تمام کو یہاں نقل نہیں کیا جاتا صرف ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"قبر کا عذاب وثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ حدیث یہ ہے؛ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قبر میں مومن سے سوال کیا جائے گا تو ایسے ہولناک مقام اور سخت حال میں بھی وہ بتائید ربانی اس کلمہ پر قائم رہے گا، اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت دے گا اور پھر فرمایا کہ ارشاد قرآنی "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ" کا یہی مطلب ہے... اسی طرح تقریباً چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معتبر اسانید کے ساتھ اسی مضمون کی حدیثیں منقول ہیں جن کو امام ابن کثیر نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے منظوم رسالہ "التثبیت عند التبییت" میں اور "شرح الصدور" میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے، ان سب حضرات صحابہ کرام نے آیت مذکورہ میں آخرت سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب وثواب سے متعلق قرار دیا ہے۔" (معارف القرآن ج5ص248)

احادیث مبارکہ:

حدیث نمبر 1:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ. (صحیح البخاری: ص220 باب ما جاء فی عذاب القبر رقم 1374)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنے والے ساتھی واپس لوٹتے ہیں یقیناوہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اس کو بٹھادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پس اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا آگ کا ٹھکانہ دیکھ لے اللہ تعالی نے تجھے اس کے بدلے جنت عطا فرمائی ہے پس وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا ہے باقی منافق اور کافر جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہتا تھا تو فرشتے اسے کہتے ہیں نہ تو خود جانتا تھا اور نہ ہی جاننے والوں پر اعتماد کرتا تھا اس کے بعد لوہے کے ہتھوڑے سے اسے ایسا مارا جاتا ہے کہ وہ چیختا ہے اور اس کی چیخ وپکار جن اور انس کے علاوہ اردگرد کے جانور سنتے ہیں۔

حدیث نمبر 2:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ فَقَالَ مَنْ أَصْحَابُ هَذِهِ الْقُبُورِ قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا وَمِمَّ ذَاكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُولُ لَهُ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَإِنِ اللّٰهُ هَدَاهُ قَالَ كُنْتُ أَعْبُدُ اللّٰهَ. فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرَهَا فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ فَيُقَالُ لَهُ هَذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ فَأَبْدَلَكَ بِهِ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ دَعُونِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي فَيُقَالُ لَهُ اسْكُنْ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهُ فَيَقُولُ لَهُ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي. فَيُقَالُ لَهُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ فَيُقَالُ لَهُ فَمَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ. (سنن ابی داود ج2 ص305 باب فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی نجار کے باغ میں تشریف لے گئے آپ نے وہاں پر ایک آواز سنی تو آپ گھبرا گئے اور دریافت فرمایا یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں؟ لوگوں نے بتایا یارسول اللہ کچھ لوگوں کی قبریں ہیں جو دور جاہلیت میں انتقال کر گئے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی سے آگ کے عذاب اور فتنہ دجال سے پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کس وجہ سے؟ آپ نے ارشاد فرمایا مومن جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے تو (دنیا میں) کس کی عبادت کرتا تھا؟ اللہ تعالی جس کی راہنمائی فرماتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالی کی عبادت کرتا تھا پھر اس شخص سے کہا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) وہ شخص جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کے بعد

اس کو ایک گھر کی طرف لے جاتے ہیں جو اس کے لیے دوزخ میں تھا اور اس سے کہتے ہیں تمہارا دوزخ میں یہ گھر تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری حفاظت فرمائی اور تم پر رحم فرمایا اور اس کے عوض جنت میں گھر عطا فرما دیا، وہ شخص یہ سن کر کہتا ہے کہ مجھے دنیا میں واپس جانے دو میں اپنے اہل خانہ کو اس کی خوشخبری سناؤں لیکن اس شخص کو دنیا میں واپس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور ڈانٹ کر اس سے پوچھتا ہے کہ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ تو نے نہ تو خود علم حاصل کیا اور نہ کسی کی اتباع کی پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں وہی بات کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پھر وہ فرشتہ اس شخص کو اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے گرز سے مارتا ہے وہ شخص ایسی چیخ مارتا ہے کہ اللہ کی تمام مخلوق اس کو سنتی ہے سوائے جنوں اور انسانوں کے۔

حدیث نمبر 3:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عُودًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا

صحیح بخاری ص 221 باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول رقم 1378، مسند احمد ج 3 ص 441 رقم 1980،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گذر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان دو قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑے جرم کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے پھر آپ نے فرمایا ان میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا پھر آپ علیہ السلام نے ایک تر ٹہنی منگوائی اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان میں سے ہر ایک قبر پر گاڑدی پھر فرمایا کہ امید ہے ان کے خشک ہونے تک ان سے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

اجماع اہل السنت والجماعت:

1: بیان استنباط الاحکام الاول فیه أن عذاب القبر حق یجب الإیمان به والتسلیم له وعلی ذلك أهل السنة والجماعة-- -------ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعینه أو بعضه بعد إعادة الروح إلی جسده أو إلی جزئه وخالف في ذلك محمد بن جریر وطائفة فقالوا لا یشترط إعادة الروح وهذا أیضاً فاسد

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج 2 ص 597،598

2: ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعینه أو بعضه بعد اعادة الروح إلیه أو إلی جزء منه وخالف فیه محمد بن جریر وعبد الله بن کرام وطائفة فقالوا لا یشترط إعادة الروح قال أصحابنا هذا فاسد لأن الألم والاحساس إنما یکون في الحي

شرح مسلم ج 2 ص 386

3: بَلِ الْعَذَابُ وَالنَّعِيمُ عَلَى النَّفْسِ وَالْبَدَنِ جَمِيعًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَنْعَمُ النَّفْسُ وَتُعَذَّبُ مُنْفَرِدَةً عَنِ الْبَدَنِ وَتُعَذَّبُ مُتَّصِلَةً بِالْبَدَنِ وَالْبَدَنُ مُتَّصِلٌ بِهَا فَيَكُونُ النَّعِيمُ وَالْعَذَابُ عَلَيْهِمَا فِي هَذِهِ الْحَالِ مُجْتَمِعَيْنِ كَمَا يَكُونُ لِلرُّوحِ مُنْفَرِدَةً عَنِ الْبَدَنِ.

(فتاوی ابن تیمیہ: ج 2 ص 140)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ توسل

از افادات متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تمہید:

مسئلہ کی تفصیل سے قبل چند باتیں عرض کی جاتی ہیں:

توسل کا لغوی و شرعی معنیٰ:

لغوی معنیٰ:

1: الوَسِيلَة هي في الأَصل ما يُتَوَصَّلُ به إلى الشَّيْءِ ويُتَقَرَّبُ به

(النہایۃ فی غریب الاثر لابن الاثیر الجزری: ج5 ص402)

کہ "وسیلہ" دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی (مطلوبہ) چیز کی طرف پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے

2: مصباح اللغات میں ہے:

الوسیلہ: تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ

(مصباح اللغات: ص946)

3: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "توسل" لغت میں تقرب اور نزدیکی کو کہتے ہیں قرآن شریف میں ہے: ﴿وابتغوا الیہ الوسیلۃ﴾ یعنی اللہ کا قرب حاصل کرو

(ملفوظات حکیم الامت ج25 ص123)

شرعی معنیٰ:

شرعاً توسل کا اطلاق ان اقسام پر ہوتا ہے:

توسل بالدعاء:

التوسل --- بدعاء الرجل الصالح الحي الموجود فتقول يا شيخ ادع الله لي ونحو ذلك. كما استسقى الصحابة برسول الله صلى الله عليه وسلم.

(التوسل المشروع والممنوع: ص17)

ترجمہ: توسل بالدعاء سے مراد یہ ہے کہ زندہ نیک آدمی کو دعا کی درخواست کرنا کہ حضرت! میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں، جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی۔

توسل بالاعمال:

هو التقرب إلى الله تعالى بطاعته وعبادته واتباع أنبيائه ورسله وبكل عمل يحبه الله ويرضاه.

(التوصل الی حقیقۃ التوسل لمحمد نسیب الرفاعي: ص13)

ترجمہ: وسیلہ بالاعمال سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عبادت، اس کے انبیاء و رسل کی اتباع اور ہر اس عمل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور اللہ اس سے راضی ہو۔

توسل بالذات:

و ان یتوسل بالنبی صلی اللہ علیہ و سلم و باحد من الاولیاء العظام جائز بان یکون السوال من اللہ تعالیٰ و یتوسل بولیہ و نبیہ صلی اللہ علیہ و سلم.

(امداد الفتاویٰ: ج6 ص327)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی ولی کی ذات سے وسیلہ کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ مانگا تو اللہ تعالیٰ سے جائے لیکن واسطہ ولی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

مندرجہ بالا تین اقسام کے پیشِ نظر توسل کی شرعی تعریف کچھ یوں ہے:

و التوسل شرعاً هو التقرب إلى الله تعالى بدعاء النبيين و الصالحين و الاولياء و شفاعتهم او بكل عمل يحبه الله ويرضاه من عبادته كالصلاة و الزكوة و الصيام و غير ذلك و اتباع أنبيائه ورسله او بجاه النبيين و الصالحين و بحرمتهم و ببركتهم و بحقهم على الله سبحانه و تعالىٰ سواء كان في حياتهم او بعد وفاتهم

ترجمہ: شریعت میں توسل سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے چاہے وہ انبیاء، صالحین اور اولیاء سے دعا کرواکر اور ان کی شفاعت سے حاصل کیا جائے یا ہر اس عمل سے کیا جائے جسے اللہ پسند فرماتا ہے جیسے اس کی عبادت کرنا مثلاً نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ اور انبیاء، رسل کی اطاعت کرنا یا انبیاء و صالحین کی جاہ، حرمت، برکت اور ان کے (اللہ پر ہونے والے) حق (یا اس قسم کے دیگر الفاظ مثلاً بطفیل فلاں، بوسیلہ فلاں وغیرہ) سے حاصل کیا جائے چاہے اس دنیوی زندگی میں ہو یا وفات کے بعد والی زندگی میں۔

فائدہ:

توسل کی ان تین اقسام میں سے توسل بالدعاء اور توسل بالاعمال اہل السنۃ والجماعۃ اور فریق مخالف [مماتی اور غیر مقلدین] کے ہاں متفق علیہ ہے لیکن توسل بالذات کے اہل السنۃ والجماعۃ تو قائل ہیں البتہ فریق مخالف اس کا منکر ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ اور فریق مخالف کا موقف پیشِ خدمت ہے:

مذہب اہل السنت والجماعت:

1: علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی ابن علی السبکی الشافعی [م756ھ] لکھتے ہیں:

ان التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز فی کل حال قبل خلقہ وبعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ فی الدنیا وبعد موتہ فی مدۃ البرزخ

(شفاء السقام للسبکی: ص358)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا ہر حال میں جائز ہے چاہے آپ کی تخلیق سے پہلے ہو، آپ کی پیدائش کے بعد آپ کی دنیوی زندگی میں ہو یا آپ کی وفات کے بعد آپ کی برزخی زندگی میں ہو۔

2: علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م923ھ] لکھتے ہیں:

و ینبغی للزائر ان یُکثِرَ من الدعاء و التضرع و الاستغاثۃ و التشفع و التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم

(المواہب اللدنیۃ: ج3 ص417 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف الخ)

ترجمہ: زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعا مانگے، گڑگڑائے، مدد چاہے، شفاعت کی دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

3: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م1176ھ) فرماتے ہیں:

ومن ادب الدعاء تقدیم الثناء علی اللہ و التوسل بنبی اللہ لیستجاب۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ج2 ص6)

ترجمہ: اور دُعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدّم کیا جائے تاکہ دُعا کو قبولیت کا شرف ہو۔

4: علماء دیوبند کی اجماعی و متفقہ دستاویز "المہند علی المفند" میں تیسرا اور چوتھا سوال توسل کے متعلق تھا، حضرات علماء دیوبند کا متفقہ مسلک اس سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

السوال الثالث والرابع: هل للرجل ان يتوسل فى دعواته بالنبى صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة ام لا؟ ايجوز التوسل عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصديقين والشهداء واولياء رب العالمين ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالانبياء والصالحين من الاولياء والشهداء والصديقين فى حياتهم وبعد وفاتهم بان يقول فى دعائه اللهم انى اتوسل اليك بفلان ان تجيب دعوتى وتقضى حاجتى الى غير ذلك

(المہند علی المفند: ص36، 37)

ترجمہ: تیسرا اور چوتھا سوال: کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

5: حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ [م1362ھ] لکھتے ہیں:

والثالث دعاء الله ببركة هذا المخلوق المقبول وهذا قد جوزه الجمهور الخ

(بوادر النوادر: ص708)

ترجمہ: اور توسل کی تیسری صورت یہ ہے کی کسی مقبول مخلوق کی برکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اسے جمہور نے جائز قرار دیا ہے۔

لہٰذا اہل السنت والجماعت کے نزدیک دعا میں کسی نبی یا ولی کا وسیلہ دینا مستحب، اقرب الی الاجابت اور آداب میں سے ہے۔

مذہب اہل بدعت:

موجودہ دور کے غیر مقلدین اور مماتی حضرات توسل کے منکر ہیں اور اسے ہنود و نصاریٰ کا طریقہ کہا، شرک کے اسباب قرار دیا اور مشرکین کا عقیدہ بتلایا۔ اس کا موقف ان کی چند عبارات میں ملاحظہ ہو:

غیر مقلدین حضرات کی عبارات:

1: سید طالب الرحمن صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

کسی فوت شدہ نبی یا ولی کا وسیلہ دینا جائز نہیں کیونکہ یہ عمل صالح نہیں۔ (آیئے عقیدہ سیکھیے: ص159)

2: محمود احمد میر پوری صاحب غیر مقلد وسیلہ بالذات کو غیر مشروع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وسیلے کا یہی وہ غیر مشروع طریقہ ہے جو انسان کو شرک میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (فتاویٰ صراط مستقیم: ص70)

3: محمد رئیس ندوی صاحب نے توسل بالذات کے بارے میں جس قسم کی زبان استعمال کی اور قائلین توسل پر جو گالیوں کی بوچھاڑ کی وہ صرف انہی کا حصہ ہے۔ گالیاں دیتے دیتے موصوف نے توسل کی اس قسم کو مشرکانہ توسل، دعویٰ مکذوبہ و قبیحہ، حرام وغیرہ کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ از رئیس ندوی: ص856 تا 872)

مماتی حضرات کی عبارات:

1: محمد حسین نیلوی صاحب اپنی کتاب "ندائے حق" میں لکھتے ہیں:

دراصل یہ مسئلہ (توسل) ہنود ونصاری سے چلا آرہا ہے۔ (ج2ص349 عنوان:مسئلہ وسیلہ بالذوات والاموات کا اصل ماخذ)

2: محمد طاہر صاحب پنجپیری کی کتاب "البصائر مصنفہ مولوی حمد اللہ الداجوی" کے حاشیہ میں ہے:

قائلین توسل اور پہلے دور کے مشرکین کا عقیدہ ایک جیسا ہے۔ (حاشیہ البصائر:ص237)

3: عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

اسلام میں وسیلہ کا کوئی ثبوت نہیں، جواز وسیلہ پر کوئی ایک آیت، حدیث یا صحابی کا عمل موجود نہیں۔ لہذا وسیلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (وسیلہ کیا ہے؟ :41، 42، 46، 64)

ایک مقام پر متوسل کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور وہ پاگل اپنے درخواست پیش کرنے کے لیے مخلوق میں سے وسیلوں اور واسطوں کو ڈھونڈتا پھرے۔ (شرک کیا ہے:ص19)

4: میاں محمد الیاس صاحب محمد طاہر پنج پیری صاحب کی ایک تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مولانا کی پہلی مطبوعہ تصنیف ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع "توسل و وسیلہ" ہے جو کہ پورے ہندوستان میں عام ہے اور شرک کے بنیادی اسباب میں سے ہے۔ (مولانا طاہر کی خدمات:ص194)

توسل بالذات کا ثبوت:

حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی ذاتوں سے توسل کرنے کا جواز کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرنے کا جواز عقلاً ونقلاً ثابت ہے۔

عقلاً ثبوت:

1: اعمال کا وسیلہ تو مسلّم ہے حتی کہ فریق مخالف بھی اس کا قائل ہے۔ اعمال فرع ہیں اور ذات اصل ہے۔ بالفاظ دیگر نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ اعمال فرع ہیں اور ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلنے والے اعمال کا نام "دین" ہے۔ جب اعمال اور فرع کا وسیلہ جائز ہے تو ذات پیغمبر اور اصل کا وسیلہ بدرجہ اولی جائز ہوگا۔ نیز اعمال خود نہیں آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اعمال ہمیں نہ ملتے۔ تو وہ اعمال جن کے وسیلے کے تم قائل ہو ان کا وسیلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

2: اعمال صالحہ خداوند تعالی کی جانب سے نعمت ہیں، ان کا وسیلہ جائز ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام وصالحین حضرات خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمام نعمتوں کا سرچشمہ بلکہ نعمتِ کبریٰ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ (آل عمران:64)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا۔

توجب چھوٹی نعمتوں (اعمال صالحہ وغیرہ) سے توسل کرنا جائز ہے تو بڑی نعمتوں (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم) سے توسل کرنا بدرجہ اولی جائز اور درست ہوگا۔

3: اعمالِ صالحہ چونکہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، اس لیے ان سے توسل جائز ہے تو انبیاء علیہم السلام ان سے بڑھ کر تقرب کا ذریعہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ایمان نہ ہو تو اعمال صالحہ سے قربِ خداوندی نہیں ملتا اور اگر ایمان ہو اور اعمالِ صالحہ بھی ہوں تو اعمالِ صالحہ سے اتنا قربِ خداوندی

نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

اول کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [سورۃ الزمر:65]

کہ اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارے سارے اعمال غارت جائیں گے اور تم یقینی طور پر سخت نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

ثانی کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا أحدا من أصحابي فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه

(صحیح مسلم: ج2 ص310 باب تحریم سب الصحابہ)

کہ میرے صحابہ کی شان میں نازیبا کلمہ نہ کہنا اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے اور یہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) ایک جو مٹھی بھر جَو خرچ کریں تو تمہارا احد پہاڑ کے برابر سونا ان کی مٹھی بھر جو کے برابر نہیں۔

مٹھی بھر جَو خرچ کرنا چھوٹا عمل ہے، احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا بڑا عمل ہے۔ اب یہاں احد پہاڑ کی مثل سونا مٹھی بھر جَو کے برابر اس لیے نہیں کہ مٹھی بھر جَو کو ذاتِ پیغمبر کی صحبت ملی ہے اور ہمارے احد پہاڑ کی مثل سونے کو ذاتِ پیغمبر کی صحبت نہیں ملی۔ ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ سے اتنا قربِ خداوندی نہیں ملتا جتنا پیغمبر کی ذات سے ملتا ہے۔

کتاب اللہ سے توسل کا ثبوت:

پہلی آیت:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

﴿وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (سورۃ البقرۃ:89)

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1239ھ) لکھتے ہیں:

ابو نعیم اور بیہقی اور حاکم نے ساتھ اسناد صحیحہ اور طرق متعددہ کے روایت کی ہے کہ یہودی مدینہ کے اور یہودی خیبر کے جس وقت ساتھ بت پرستوں عرب کے یعنی فرقہ بنی اسد اور بنی غطفان اور جہینہ اور غدرہ کے جنگ کرتے تھے، مغلوب ہو جاتے اور شکست کھاتے، لاچار ہو کر طرف دانشمندوں اور کتاب اپنے کے رجوع کیا انہوں نے بعد تامل بسیار کے، یہ دعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت میں پڑھا کریں، پھر مغلوب نہ ہوئے اور فتح پاتے تھے، دعا یہ ہے:

اللهم ربنا انا نسالك بحق احمد النبي الامي الذى وعدتنا ان تخرجه لنا فى آخر الزمان وبكتابك الذى تنزل عليه آخر ما ينزل ان تنصرنا على اعدائنا۔

(تفسیر عزیزی: ج2 ص581)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ [م 1270ھ] لکھتے ہیں:

وہ لوگ یہ دعا کرتے تھے:

اللهم إنا نسألك بحق نبيك الذى وعدتنا أن تبعثه فى آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا. (روح المعانی: ج1 ص320)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس رسول کے حق اور وسیلے سے جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

شیخ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمہ اللہ (م 1336ھ) لکھتے ہیں:

مدینہ کے یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوئے تو اپنے علماء کی تعلیم سے دعا کیا کرتے تھے: اللھم ربنا انا نسالك بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابك الذی تنزل علیه آخر ماینزل ان تنصرنا علی اعدائنا کہ الٰہی ہم کو بہ برکت نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بہ برکت قرآن مجید کے ہمارے دشمنوں پر فتح یاب کر۔

(تفسیر حقانی: ج1 ص510)

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م 1394ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

حالانکہ نزولِ قرآن اور آپ کی بعثت سے پہلے ہی لوگ کافر اور بت پرستوں کے مقابلہ میں آپ کے نام کی برکت سے فتح و نصرت اللہ سے مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ یہود مدینہ اور یہود خیبر کی جب عرب کے بت پرستوں سے لڑائی ہوتی تو یہ دعا مانگتے:

اللھم ربنا انا نسالك بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان وبکتابك الذی تنزل علیه آخر ماتنزل ان تنصرنا علی اعدائنا۔

(تفسیر معارف القرآن کاندھلوی: ج1 ص233)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق اور وسیلے سے جو نبی امی ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کو تو آخری زمانہ میں بھیجے گا، اور اس کتاب کے وسیلہ سے جس کا تو نے آخری زمانہ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سوال کرتے ہیں کہ آج کے دن تو ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرما۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہود مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے تھے۔

اعتراض:

اس آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ توسل بالذات یہود کا طریقہ تھا اور یہی کچھ مماتی حضرات کہتے ہیں۔

جواب:

اولاً۔۔۔ اصول الفقہ کی مشہور کتاب "نور الانوار" میں ملا جیون (م 1130ھ) فرماتے ہیں:

شرائع من قبلنا شریعتنا مالم تنسخ

(نور الانوار: ص227 بحث الفرق بین الہام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ)

ترجمہ: ہم سے پہلی شریعتیں جب تک منسوخ نہ ہو جائیں تو انہیں بھی ہماری شریعت سمجھا جائے گا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ (م 1270ھ) فرماتے ہیں:

مذھبنا فی شرع من قبلنا وإن کان إنه یلزمنا علی أنه شریعتنا لکن لا مطلقا بل إن قصه الله تعالی علینا بلا إنکار

(روح المعانی: ج8 ص239 تحت سورۃ کہف آیت 21)

ترجمہ: پہلی شریعتوں کے بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بغیر انکار کے ہمیں بیان فرما دیں تو ہمارے لیے بھی ان کا حکم ثابت ہو گا۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام میں توسل بالذات سے منع نہیں آیا بلکہ اس کا اثبات منقول ہے جیسا کہ آگے دلائل میں آ رہا ہے۔ لہذا اس آیت سے توسل کا جواز ثابت ہوا۔

ثانیاً۔۔ اگر اسی شبہ پر توسل بالذات کا انکار کر دیا جائے کہ یہ پہلی شریعتوں کا مسئلہ ہے تو ہم ان منکرین سے پوچھتے ہیں کہ توسل بالاعمال کے آپ بھی تو قائل ہیں اور اس پر جو اصحاب الغار والا واقعہ پیش کرتے ہیں تو وہ بھی اس امت کے اولیاء نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل کے اولیاء تھے، تو پھر اس کا انکار کر دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے توسل کا تذکرہ کیا اور تردید نہیں فرمائی تو وہ اب ہماری شریعت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب الغار والی حدیث بیان فرمائی اور تردید نہیں فرمائی تو وہ بھی ہماری شریعت ہے۔

دوسری آیت:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (سورۃ النساء:64)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

اس آیت میں دو چیزیں ہیں:

1: ان لوگوں کا اپنا استغفار 2: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار

اللہ تعالیٰ نے صرف ان کے استغفار پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا بھی ذکر کیا۔ تو جس طرح ان کے اپنے استغفار کا ذکر کیا درمیان میں پیغمبر کی ذات کو بھی ذکر کیا۔ پیغمبر کو شامل کرنے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿جَاءُوكَ﴾ ہے کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اگر صرف استغفار ہی کافی تھا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ عام استغفار کے قبول ہونے میں ان لوگوں کی ذات کو دخل ہے لیکن وہ استغفار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے قریب آکر کیا جائے اس کی قبولیت میں ذاتِ نبوت کو دخل ہے ورنہ ﴿جَاءُوكَ﴾ ذکر نہ فرماتے۔

امام مالک بن انس المدنی (م179ھ) اسی آیت سے جوازِ وسیلہ پر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلى الله عليه و سلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؛ بل استقبله وا ستشفع به فيشفعه الله. قال الله تعالى: و لو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية. (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ج2 ص26 الباب الثالث في تعظيم امره و وجوب توقيره)

ترجمہ: میں قبرِ نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

علامہ تقی الدین السبکی الشافعی (م756ھ) اس آیت کو توسل بالذوات کی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاحاديث و الآثار في ذلك اكثر من ان تحصر، و لو تتبعتها لوجدت منها الوفاً. و نص قوله تعالى: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ الآية صريح في ذلك. (شفاء السقام: ص376 الباب الثامن في التوسل وا لاستغاثه و التشفع بالنبي صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: توسل بالذوات کے بارے میں احادیث و آثار شمار سے باہر ہیں، اگر آپ ان کو جمع کریں تو ان کی تعداد ہزاروں میں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ توسل بالذوات کے جواز میں نص صریح ہے۔

تیسری آیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ الآية

(سورۃ المائدۃ: 35)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے:

لقد علم المحفوظون من أصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم أن ابن أم عبد اللہ من أقربهم إلی اللہ وسیلۃ

(المستدرک علی الصحیحین: ج 3 ص 37 کتاب التفسیر تحت سورۃ المائدۃ)

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے محفوظ حضرات نے جان لیا کہ ابن ام عبد اللہ (حضرت عبد اللہ بن مسعود) وسیلہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب ان حضرات میں سے اقرب اشخاص میں ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) لکھتے ہیں:

والوسیلۃ بعمومها تَشمَل التوسل بالاشخاص و التوسل بالاعمال... اما شمول الوسیلۃ فی الآیۃ المذکورۃ للتوسل بالاشخاص فلیس برای مجرد ولا هو بما خوذ من العموم اللغوی فحسب بل هو الماثور عن عمر الفاروق رضی اللہ عنہ الخ

(مقالات الکوثری: ص 286)

ترجمہ: اس آیت میں لفظ "الوسیلۃ" عموم کے پیشِ نظر ذاتوں کے وسیلہ کو بھی شامل ہے اور اعمال کے وسیلہ کو بھی۔۔۔ آیت مذکورہ میں وسیلہ کا توسل بالاشخاص کو شامل ہونا محض رائے سے نہیں اور نہ ہی لفظ کے عموم لغوی کا نتیجہ ہے بلکہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے الخ۔

آگے علامہ کوثری رحمہ اللہ نے کئی ایک آثار ذکر فرمائے ہیں جن سے توسل بالاشخاص ثابت ہوتا ہے۔

وسیلہ ذوات و اعمال دونوں کو اس لئے شامل ہے کہ وسیلہ سے مراد "قربت" ہے، جیسا کہ عامہ مفسرین نے فرمایا ہے۔

(دیکھیے تفسیر الدر المنثور، تفسیر ابن کثیر، تفسیر جلالین وغیرہ)

چوتھی آیت:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

(سورۃ الانفال: 33)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت میں عذاب دے جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م 279ھ) نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری اُمت کے لئے دو امانتیں نازل فرمائیں:

{وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ} {وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ} إذا مضيت تركت فيهم الاستغفار إلی یوم القیامۃ. (جامع الترمذی: ج 2 ص 139 ابواب التفسیر، تحت تفسیر سورۃ الانفال)

ترجمہ: ایک امانت یہ آیت: "اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے" اور دوسری یہ آیت: " اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں"۔ پس جب میں (دنیا) سے چلا جاؤں گا تو ان میں استغفار کو قیامت تک کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔

عذاب سے بچنے کے دو سبب اس آیت میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک سبب پہلے حصہ میں وارد الفاظ: ﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوں اس وقت تک عذاب نہ آئے گا اور دوسرا سبب ان الفاظ: ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ سے معلوم ہو رہا ہے۔ تو یہاں پہلا جملہ ﴿وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾ ذوات کے بیان کے لئے ہے اور دوسرا جملہ ﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ اعمال کے بیان کے لئے ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ذوات کا وسیلہ بھی جائز ہے اور اعمال کا بھی جائز ہے۔

احادیث مبارکہ سے توسل کا ثبوت:

حدیث نمبر 1:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(صحیح البخاری: ج1 ص137 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو تو ہمیں سیر اب کر تا تھا، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیر اب کر۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیر اب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)۔

اعتراض:

اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ بالاحیاء تو جائز ہے، وسیلہ بالاموات جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ دیا ہے۔ اگر اموات کا وسیلہ جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ ذات کا وسیلہ نہ دیا جاتا۔

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات سے توسل کرنے کی یہ وجوہات ہیں:

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسلیہ سے یہ بتانا چاہتے تھے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا توسل جائز ہے اسی طرح غیر الانبیاء کا توسل بھی جائز ہے۔

2: یہ بتانا مقصود تھا کہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صورتیں ہیں، ایک بذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری توسل باھل قرابت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

3: یہ بتانا مقصود تھا کہ غیر انبیاء علیہم السلام کا توسل بھی رحمت وبرکت کا باعث ہے۔

4: انسانی طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ محسوس، موجود اور مبصر پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔ جیسے اگر کوئی آدمی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا رہا ہو تو اس کو سلام پہنچانے کا واسطہ بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ سلام تو فرشتے بھی پہنچاتے جن کی رفتار بھی تیز ہے اور سلام پہنچانا بھی یقینی ہے۔ اسی لیے بتقاضائے انسانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا توسل لیا۔

رہا معترض کا یہ کہنا کہ ”وسیلہ بالاحیاء تو جائز ہے، وسیلہ بالاموات جائز نہیں“ بلا دلیل وحجت ہے۔ اس لیے کہ:

1: یہ دعویٰ نہ دلالت النص سے ثابت ہے، نہ عبارت النص سے، نہ اشارۃ النص ہے نہ اقتضاء النص سے۔

2: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات سے توسل لینے میں تو توسل بالاموات کا اثبات ہوتا ہے کہ نہ انکار۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ”اللھم انا نتوسل الیك بنبیا فتسقینا “ اور یہ ضابطہ ہے کہ صحابی کے اس قول ”کنا نفعل کذا“ (ہم ایسا کیا کرتے تھے) کا مطلب یہ کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس قول کے وقت تک ہمارا یہی عمل ہے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اس وقت تک (یعنی قحط والے سال تک) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا وسیلہ دیتے آئے ہیں۔ اب اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی آپ کی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد والی زندگی دونوں کا زمانہ شامل ہے۔ لہٰذا اس سے تو توسل بالاحیاء بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا۔

3: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسل بھی در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے ”وانا نتوسل الیك بعم نبینا“ یہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جو نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے یعنی ”عم“ (چچا) والی نسبت کو ذکر کیا ہے پھر وسیلہ مانگا ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ نہیں بلکہ اس عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ مانگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات درمیان میں آتی ہے۔

فائدہ:

یہ جوابات اور مؤقف حضرات اکابر کی عبارات اور تصریحات سے واضح ہوتا ہے جنہوں نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے، ذیل میں ان مستدلین حضرات پیش خدمت ہیں:

مستدلین:

1: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے فتح الباری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرى للعباس ما يرى الولد للوالد فاقتدوا أيها الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم في عمه العباس واتخذوه وسيلة إلى الله وفيه فما برحوا حتى سقاهم الله

(فتح الباری: ج2 ص641 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ایسا تھا جیسا اولاد کی نظر میں والد ہوتا ہے، اس لیے اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔“ ابھی دعا مانگ رہے ہوتے کہ دعا کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

”ف: مثل حدیث بالا اس سے بھی توسل کا جواز ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جواز توسل ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے، تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء واموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے۔ اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہو گا؟

(التکشف: ص675 بعنوان: غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے)

3: شیخ الاسلام شیخ زاہد بن حسن الکوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان قول الصحابي: ((كنا نفعل كذا)) ينصَبُّ على ما قبل زمن القول فيكون المعنى ان الصحابة رضى الله عنهم كانوا يتوسلون به صلى الله عليه وسلم فى حياته وبعد لحوقه بالرفيق الاعلى الى عام الرمادو قصر ذلك على ما قبل وفاته عليه السلام تقصير عن هوى و تحريف للنص و تأويل بدون دليل

(مقالات الکوثری: ص287)

ترجمہ: صحابی کے اس قول کا کہ ((کنا نفعل کذا)) [ہم ایسا کیا کرتے تھے] مطلب یہ ہے کہ یہ فعل اس قول کے وقت سے پہلے والے زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول (اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ) کا مطلب یہ ہو گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل آپ علیہ السلام کی حیات میں اور آپ علیہ السلام کے خدا تعالیٰ کے پاس جانے کے بعد سے لے کر قحط والے سال تک کرتے رہے ہیں۔ اس توسل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل والے زمانے (یعنی صرف حیاتِ دنیوی جو وفات سے پہلے وہ زمانہ ہے) کے ساتھ خاص کرنا خواہشات کی پیروی، نصوص میں تحریف اور بلا دلیل تاویل کرنے کے مترادف ہے۔

4: شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م1394ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرات صحابہ کا بعد وصال نبوی علیہ الصلوۃ والسلام الی یوم القیامہ کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقاء میں توسل کرنا ہرگز اس امر پر دال نہیں کہ بعد وصال کے حضور سے توسل فی الدعاء ممنوع ہو گیا تھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو دلالت النص وعبارت النص یا اشارۃ النص واقتضاء النص کے طریق سے کسی طریقہ سے ثابت کرے کہ یہ حدیث اس امر پر کیونکر دال ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو خود اس واقعہ میں بھی توسل بسید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم تھا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ وَصِنْوِ اَبِيْهِ)) یہاں بھی در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے توسل تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت کے لئے آگے کیا تھا۔

(امداد الاحکام: ج1 ص133)

5: فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1422ھ) اس حدیث مبارک کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بعض حضرات نے جواز توسل کی تخصیص بالاحیاء کا دعویٰ کیا ہے جو صحیح نہیں، جب توسل ثابت ہو گیا تو احیاء و اموات میں ما بہ الفرق کیا ہے؟ اگر کچھ فرق تسلیم کر لیا جائے تو مسئلہ برعکس ہونا چاہئے کیونکہ زندہ انسان تغیر احوال سے مامون نہیں، اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ کسی کی اقتداء کرنا چاہو تو میت کی اقتداء کرو:

عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه: من كان مستنا فليستن بمن قد مات فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة الحديث رواه رزين (مشکوٰۃ: ص32)

پس جب باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم توسل بالحی کا استحباب ثابت ہوا تو توسل بالمیت بطریق اولیٰ مستحب ہو گا۔ علاوہ ازیں دلیل اول، ثالث اور رابع توسل بالمیت کے باب میں صریح ہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں توسل کیا؟ سو اس کی چند توجیہات ہو سکتی ہیں:

ا: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کے ساتھ آپ کی دعا بھی مقصود تھی۔

۲: اس پر تنبیہ مقصود تھی کہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صورتیں ہیں؛ ایک توسل بذاتہ دوسری توسل باہل قرابتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳: یہ بتانا مقصود تھا کہ توسل بغیر الانبیاء علیہم السلام من الاولیاء والصلحاء بھی باعث برکت وجالب رحمت ہے۔

۴: طبع انسانی اپنے اندر موجود محسوس مبصر شخص پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجنے اور دعا کی درخواست پہنچانے میں انسانی وسائط کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالانکہ ملائکہ کا واسطہ انتہائی سریع ہونے کے ساتھ انتہائی قوی بھی ہے، نہ ادائے امانت میں غفلت کا خطرہ، نہ نسیان کا اندیشہ۔

(احسن الفتاویٰ: ج1 ص334، 335)

حدیث نمبر2:

عن عثمان بن حُنَيف: أن رجلا ضرير البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله لي أن يعافيني. فقال (إن شئت أخرت لك وهو خير. وإن شئت دعوت) فقال ادعه. فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه. ويصلي ركعتين. ويدعو بهذا الدعاء (اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بمحمد نبي الرحمة. يا محمد إني قد توجهت بك إلى ربي في حاجتي هذه لتقضى. اللهم فشَفِّعْهُ فِيَّ)

(سنن ابن ماجۃ: ص99 باب صلوۃ الحاجۃ، مسند احمد بن حنبل: ج13 ص315 رقم الحدیث 17175، المعجم الصغیر للطبرانی: ص183 من اسمہ طاہر، التاریخ الکبیر للبخاری: ج6 ص56 رقم الترجمۃ 2191)

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اللہ سے میرے لئے عافیت اور تندرستی کی دعا مانگیے۔ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو آخرت کے لئے دعا مانگوں، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور چاہو تو (ابھی) دعا کر دوں؟ اس نے عرض کیا: دعا فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا مانگو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ

[اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے، اے محمد! میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت کے سلسلہ میں تاکہ یہ حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے بارے میں قبول فرمالیجئے۔]

تصحیح حدیث:

(1) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (م273ھ) نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا:

قال أبو إسحاق هذا حديث صحيح

(سنن ابن ماجۃ: ص99 باب صلوۃ الحاجۃ)

ترجمہ: ابواسحاق نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(2) امام ابو عیسیٰ ترمذی (م279ھ) فرماتے ہیں:

هذا حديث حسن صحيح

(جامع الترمذی: ج2 ص198، ابواب الدعوات)

ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(3) امام ابو عبد اللہ الحاکم (م405ھ) اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

(المستدرک للحاکم: ج1 ص621 دعاء رد البصر رقم الحدیث 1221)

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کو تخریج نہیں کیا۔

(4) ناصر الدین البانی غیر مقلد (م 1420ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

صحیح. (جامع الترمذی باحکام الالبانی: رقم الحدیث 3578)

کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(5) مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

اسنادہ صحیح. (صحیح ابن خزیمۃ: ج2 ص225 باب صلاۃ الترغیب الترھیب)

ترجمہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

مستدلین:

1: قاضی محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) لکھتے ہیں:

وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی اللہ عز وجل مع اعتقاد أن الفاعل هو اللہ سبحانہ وتعالی

(تحفۃ الذاکرین: ص 208)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل پکڑنا جائز ہے، لیکن اعتقاد یہ ہو کہ فاعل (ومختار) ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

2: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔" (نشر الطیب: ص 240 اڑتیسویں فصل)

3: مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (م 1372ھ) توسل کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اکثر جواز کے قائل ہیں۔۔۔ اللھم انی اتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة الخ حدیث میں موجود، مذکور ہے جو جواز کے لئے دلیل ہے۔

(کفایت المفتی: ج2 ص85)

اعتراض:

اس روایت کی سند میں راوی "ابو جعفر" سے مراد "ابو جعفر عبد اللہ بن مسور المدائنی" ہے جو ضعیف بلکہ وضاع ہے۔

جواب نمبر 1:

یہاں ابو جعفر سے مراد "ابو جعفر عمیر بن یزید الانصاری الخطمی المدنی" ہے۔

1: امام ابو بکر احمد بن محمد المعروف بابن السنی (م 364ھ) نے یہی حدیث نقل کی جس میں "الخطمی" کی صراحت ہے: عن أبي جعفر المدني وهو الخطمي

عمل الیوم واللیلۃ: رقم الحدیث 627

2: مسند احمد کے بھی ایک طریق میں الخطمی کی صراحت ہے:

حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الْخَطْمِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

مسند احمد: رقم الحدیث 17242

3: أخبرنا حمزة بن العباس العقبي ببغداد ثنا العباس بن محمد الدوري ثنا عون بن عمارة البصري ثنا روح بن القاسم عن أبي جعفر الخَطْمِي عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف رضی اللہ عنہ أن رجلا ضرير البصر الحديث

المستدرک للحاکم: ج2ص213، رقم1972

4: أخبرنا أبو محمد عبد العزيز بن عبد الرحمن بن سهل الدباس بمكة من أصل كتابه ثنا أبو عبد الله محمد بن علي بن زيد الصائغ ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد الحبطي حدثني أبي عن روح بن القاسم عن أبي جعفر المدني وهو الخَطْمِي عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وجاءه رجل ضرير فشكا إليه ذهاب بصره الحديث

المستدرک للحاکم: ج2ص213، رقم1973

5: عن روح بن القاسم عن أبي جعفر الخَطْمِي المدني الحديث

المعجم الصغیر للطبرانی: رقم الحدیث508

6: امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ترمذی مطبوعہ مصر میں "وهو الخَطْمِي" کے الفاظ ہیں اور ہندی نسخہ میں غالباً کتابت کی غلطی کیوجہ سے لفظ "غیر" زائد ہو گیا۔

تسکین الصدور: ص432

چنانچہ المکتبۃ الشاملۃ میں موجود ترمذی کے نسخہ میں "وهو الخَطْمِي" کی صراحت ہے۔

جامع الترمذی: رقم3578 المکتبۃ الشاملۃ

7: وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث أبي جعفر وهو غير الخَطْمِي هكذا وقع في الترمذي وسائر العلماء قالوا هو أبو جعفر الخطمي وهو الصواب.

القاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ لابن تیمیۃ: ج2ص202

جواب نمبر2:

اس روایت کی اسناد درج ذیل ہیں:

سند نمبر1:

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا عثمان بن عمر حدثنا شعبة عن أبي جعفر عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف

جامع الترمذی: رقم3578

سند نمبر2:

حدثنا محمد بن بشار و أبو موسى قالا حدثنا عثمان بن عمر نا شعبة عن أبي جعفر المدني قال سمعت عمارة بن خزيمة يحدث عن عثمان بن حنيف. صحیح ابن خزیمۃ: رقم1219

سند نمبر3:

حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدِينِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَارَةَ بْنَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ

مسند احمد: رقم الحدیث 17242

سند نمبر 4:

أخبرنا أبو محمد عبد العزيز بن عبد الرحمن بن سهل الدباس بمكة من أصل كتابه ثنا أبو عبد الله محمد بن علي بن زيد الصائغ ثنا أحمد بن شبيب بن سعيد الحبطي حدثني أبي عن روح بن القاسم عن أبي جعفر المدني وهو الخَطْمِي عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف

المستدرک للحاکم: ج2ص213رقم1973

سند نمبر 5:

أخبرني زكريا بن يحيى قال حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثني أبي عن أبي جعفر عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه

السنن الکبری للنسائی: ج6ص169رقم10420

سند نمبر 6:

أخبرنا محمد بن معمر قال حدثنا حبان قال حدثنا حماد قال أخبرنا جعفر [والصوب ابو جعفر] عن عمارة بن خزيمة عن عثمان بن حنيف

السنن الکبری للنسائی: ج6ص168رقم10419

الحاصل ان روایات میں امام ابو جعفر الخطمی کے اساتذہ یہ ہیں:

1: عمارہ بن خزیمہ 2: ابوامامہ

اور شاگرد یہ ہیں:

1: شعبہ 2: روح بن قاسم 3: ھشام 4: حماد بن سلمۃ

کتب اسماء الرجال میں ان حضرات کا شمار امام ابو جعفر المدنی الخطمی کے اساتذہ اور شاگردوں میں کیا گیا ہے نہ کہ ابو جعفر عبد اللہ بن مسور المدائنی کے اساتذہ و شاگردوں میں۔

عن ابی جعفر المدینی سمع عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف

التاریخ الکبیر لامام البخاری ج6ص210

عن ابی جعفر يزيد بن عمير أو عمير بن يزيد عن ابی امامة بن سهل رضی الله عنه عن عمه

التاریخ الکبیر لامام البخاری ج6ص210

عن روح بن القاسم: عن ابی جعفر المدینی عن ابی امامة بن سهل بن حنيف: عن عمه عثمان ابن حنيف رضی الله عنه

التاریخ الکبیر لامام البخاری ج6ص210

أبو جعفر الخَطْمِي اسمه عمير بن يزيد... يروى عن أبيه وسعيد بن المسيب روى عنه شعبة وحماد بن سلمة

کتاب الثقات لابن حبان رقم الترجمہ10028

عمير بن يزيد بن عمير بن حبيب بن خماشة أبو جعفر الخَطْمِي بصری ولجده صحبة روى عن ابيه عن جده وعن ابن المسيب ومحمد بن كعب وروى هو عن جده ايضاً روى عنه حماد بن سلمة سمعت ابی يقول ذلك قال أبو محمد وروى عنه شعبة بن الحجاج وهشام الدستوائی وروح بن القاسم

الجرح والتعدیل للرازی ج6ص379رقم الترجمہ2099

أبو جعفر الخَطْمِي واسمه عمير بن يزيد... وروى عنه شعبة وحماد ابن سلمة ويحيى بن سعيد القطان

الطبقات الکبری لابن سعد ج1 ص347 رقم الترجمہ 257

عمير بن يزيد أبو جعفر الخَطْمِي عن بن المسيب وأبي أمامة بن سهل وعنه شعبة والقطان وعدة ثقة

الکاشف لامام ذہبی ج2 ص98 رقم الترجمہ 4290

عمير بن يزيد بن عمير بن حبيب بن خماشة ويقال ابن حباشة الانصاري أبو جعفر الخَطْمِي المدني ...روى عن أبيه وخاله عبدالرحمن بن عقبة وأبي أمامة بن سهل بن حنيف وسعيد ابن المسيب ومحمد بن كعب القرظي وعمارة بن خزيمة بن ثابت والحارث بن فضيل الخَطْمِي وعمارة بن عثمان بن حبيب. وعنه هشام الدستوائي وعدي بن الفضل وشعبة وروح ابن القاسم وحماد بن سلمة ويوسف السمتي ويحيى القطان. تہذیب التہذیب ج5 ص139 رقم الترجمہ 2168

جواب نمبر 3:

علامہ شمس الدین الذہبی (م 748ھ) میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

ورمزت على اسم الرجل من أخرج له في كتابه من الائمة الستة: البخاري [خ] ومسلم [م]. وأبي داود [د] والنسائي. [س] والترمذي. [ت] وابن ماجه [ق] برموزهم السائرة.

(میزان الاعتدال للذہبی: ج1 ص46 مقدمۃ المصنف)

ترجمہ: ہر راوی کے نام کے ساتھ میں نے وہ علامت لگائی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ صحاح ستہ میں سے کس کس محدث نے ان سے روایت لی ہے یعنی امام بخاری (کے لیے علامت "خ")، امام مسلم (کے لیے علامت "م")، امام ابو داؤ (کے لیے علامت "د")، امام ترمذی (کے لیے علامت "ت")، امام ابن ماجہ (کے لیے علامت "ق")۔

اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ ہماری پیش کردہ روایت ترمذی اور ابن ماجہ کی ہے جن کی علامت بالترتیب "ت" اور "ق" ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں "ابو جعفر المدائنی" کے حالات ذکر کئے ہیں (تحت الرقم: 461) اور اس پر جرح بھی نقل کی ہے لیکن اس کے ساتھ علامت "ت" اور "ق" نہیں لگائی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہماری روایت کا راوی ابو جعفر المدائنی نہیں جو کہ ضعیف و مجروح ہے بلکہ یہ ابو جعفر عمیر بن یزید الخَطْمِي ہے جو کہ ثقہ ہے۔ اس کی ثقاہت درج ذیل ہے:

قال ابن معين والنسائي: ثقة. وذكره ابن حبان في الثقات وقال عبدالرحمن بن مهدي: كان أبو جعفر وأبوه وجده قوما يتوارثون الصدق بعضهم عن بعض.

قلت [ابن حجر]: وقال أبو الحسن ابن المديني: هو مدني قدم البصرة وليس لاهل المدينة عنه اثر ولا يعرفونه ووثقه ابن نمير والعجلي فيما نقله ابن خلفون وقال الطبراني في الاوسط: ثقة.

تہذیب التہذیب: ج5 ص139 رقم الترجمہ 2168

عمير بن يزيد بن عمير بن حبيب الأنصاري أبو جعفر الخَطْمِي بفتح المعجمة وسكون الطاء المدني نزيل البصرة صدوق من السادسة 4. تقریب التہذیب: ج1 ص432 رقم الترجمۃ 5190

حدیث نمبر 3:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کی وفات ہوئی، ان کی قبر کھودی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، اپنے ہاتھ سے قبر کی مٹی نکالی۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت اغْفِر لِأُمِّي فاطمةَ بنتِ أسد ولَقِّنْهَا حُجَّتَها ووسِّعْ عليها مُدْخَلَها بحق نبيك والأنبياء الذين من قبلي فإنك أرحم الراحمين

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج10، ص337 رقم الحدیث 20324)

ترجمہ: اللہ کی ذات وہ ہے جو زندہ بھی کرتی ہے اور مارتی بھی ہے، وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اس کو اس کی حجت (دلیل) سکھادے (تا کہ وہ فرشتوں کو جواب دے سکے) اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے اس حق کے وسیلے سے جو تیرے نبی کا (یعنی میرا) تجھ پر ہے اور جو ان انبیاء علیہم السلام کا ہے جو مجھ سے پہلے ہیں۔

تصحیح الحدیث:

امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کی سند میں روح بن صلاح ہے۔ امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مقالات کوثری: ص380)

استدلال:

علامہ کوثری رحمہ اللہ (م 1371ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و فیه التوسل بذوات الانبياء الذين انتقلوا الى الدار الآخرة

(مقالات کوثری: ص380)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا توسل جائز ہے۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس میں "والأنبياء الذين من قبلي "وہ انبیاء جو مجھ سے پہلے ہیں] کے الفاظ ہیں جو مذکورہ توسل پر واضح دلیل ہیں۔

حدیث نمبر 4:

امام ابو عبد اللہ الحاکم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اقترف آدم الخطيئة قال يا رب أسألك بحق محمد لما غفرت لي فقال الله: يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم أخلقه؟ قال: يا رب لأنك لما خلقتني بيدك و نفخت في من روحك و رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق فقال الله: صدقت يا آدم إنه لأحب الخلق إلي أُدْعُني بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك

(المستدرک للحاکم: ج3 ص517 باب استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم، المعجم الصغیر للطبرانی: ص82، ص83)

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہم السلام سے خطاء صادر ہو گئی (یعنی وہ امر صادر ہو گیا جسے اس حدیث میں خطاء سے تعبیر کیا گیا ہے) تو آپ نے عرض کی: اے رب! میں تجھ سے حق محمدی کے وسیلہ سے اپنی بخشش مانگتا ہوں۔ تب اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انہیں ابھی پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کیا: اے رب! یہ اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی جانب سے روح مبارک کو مجھ میں ڈالا، میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر ((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)) لکھا ہوا دیکھا، تب میں نے جان لیا کہ تو اپنے پاک نام کے ساتھ کسی کے نام کا اضافہ نہیں فرماتا مگر اس ذاتِ گرامی کے نام نامی کا اضافہ فرماتا ہے جو مخلوقات میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تب اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا، بے شک وہ مخلوقات میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اسی کے وسیلہ سے مجھ سے دعا کیجیے۔ میں نے تجھے بخش دیا ہے اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا۔

تصحیح حدیث:

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح الإسناد

(المستدرک للحاکم: ج 3 ص 517 باب استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس سے توسل بالذات کا ثبوت ہوا۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر 5:

امام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد البصری (م 230ھ) نے روایت نقل کی ہے:

عن سليم بن عامر الخبائری أن السماء قحطت فخرج معاوية بن أبي سفيان وأهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال أين يزيد بن الأسود الجرشي قال فناداه الناس فأقبل يتخطى فأمره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشي يا يزيد ارفع يديك إلى الله فرفع يزيد يديه ورفع الناس أيديهم فما كان أوشك أن ثارت سحابة في المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يصلون إلى منازلهم

(طبقات ابن سعد: ج 7 ص 444 تحت: مائۃ رجل وسبعۃ نفر)

ترجمہ: سلیم بن عامر الخبائری سے روایت ہے کہ آسمان سے پانی برسنا بند ہو گیا، تو حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما اور اہل دمشق بارش کی دعا کرنے نکلے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا: یزید بن اسود رضی اللہ عنہ جرشی کہاں ہیں؟ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے انہیں پکارا، تو وہ آگے بڑھتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم فرمایا تو وہ منبر پر چڑھے اور نیچے کی طرف بیٹھے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشی کی ذات کو پیش کرتے ہیں، اے یزید! آپ اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالی کی جانب اٹھائیں، حضرت یزید بن اسود نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھایا۔ جلد ہی مغرب کی جانب ایک بادل اٹھا اور اسے ہوا لے (کر ہماری جانب) اڑی، تب (بارش ہوئی اور) ہم لوگ ایسے سیراب ہوئے کہ لوگوں کا اپنے مکانوں تک پہنچنا تقریباً دشوار ہو گیا۔

مستدلین:

(1) امام ابو اسحق ابراہیم بن علی (م 476ھ) نے اس روایت کو "المہذب" کے "باب الاستسقاء" میں روایت کر کے استدلال کیا ہے۔

(المہذب مع شرحہ المجموع: ج 6 ص 100)

(2) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م 676ھ) نے اس واقعہ کو ثابت اور مشہور مانتے ہوئے امام ابو اسحاق ابراہیم بن علی کی تائید کی ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ج 6 ص 101)

مذکورہ احادیث و آثار سے واضح ہوا کہ ذوات سے توسل کرنا جائز ہے۔

حدیث نمبر 6:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (م 360ھ) نے ایک روایت نقل کی ہے:

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن عمه عثمان بن حنيف : أن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضي الله عنه في

حاجة له فكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر فی حاجته فلقی عثمان بن حنيف فشكا ذلك إليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصلی فيه ركعتين ثم قل اللهم إنی أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبی الرحمة

(المعجم الصغیر للطبرانی: ص183 من اسمہ طاہر)

ترجمہ: ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے سلسلے میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (غالباً کسی مصروفیت کی وجہ سے) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ ہی اس کی حاجت براری کرتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اس بات کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہہ: اللهم إنی أسألك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبی الرحمة [اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمۃ ہیں]

اس روایت کے آخر میں تصریح ہے کہ اس نے ایسا ہی کیا اور دعا کی برکت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم و تکریم بھی کی اور اس کا کام بھی پورا کر دیا۔

تصحیح حدیث:

1: امام طبرانی (م360ھ) فرماتے ہیں:

والحديث صحيح

(المعجم الصغیر للطبرانی ج1 ص184)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

2: علامہ منذری رحمہ اللہ (م656ھ) بھی ان کی تائید کرتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب: ج1 ص272 الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائھا)

3: علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (م974ھ) فرماتے ہیں:

رواه الطبرانی بسند جيد

(حاشیہ ابن حجر المکی علی الایضاح فی المناسک للنووی: ص500)

ترجمہ: اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ:

یہ واقعہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اس دور میں یہ دعا سکھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا توسل سکھا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ توسل بعد الوفات بھی جائز ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ان دلائل سے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی ذوات سے توسل کرنا ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد

توسل کا ثبوت اجماع سے:

اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین سے توسل جائز ہے۔

دلیل نمبر 1:

جیسا کہ ما قبل میں گزرا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ

(صحیح البخاری: ج1 ص137 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو تو ہمیں سیر اب کرتا تھا، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیر اب کر۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیر اب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

واتخذوه وسيلة إلى الله

(فتح الباری: ج2 ص641 باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ بناؤ۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس قول و فعل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکار نہیں کیا۔ گویا اس پر اجماع و اتفاق کر لیا۔

دلیل نمبر 2:

اسی طرح جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے توسل کرتے ہوئے بارش کی دعا کی:

اللهم إنا نستشفع إليك اليوم بخيرنا وأفضلنا اللهم إنا نستشفع إليك بيزيد بن الأسود الجرشي

(طبقات ابن سعد: ج7 ص444 تحت: مائۃ رجل وسبعۃ نفر)

ترجمہ: اے اللہ! آج ہم لوگ تیری جانب اپنے بہترین اور افضل آدمی کی شفاعت طلب کرتے ہیں، اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں یزید بن اسود الجرشی کی ذات کو پیش کرتے ہیں۔

حاضرین میں سے کسی ایک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک پر انکار نہیں کیا۔ گویا ذوات سے توسل کرنے کے جائز ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا اجماع ہو گیا۔

دلیل نمبر 3:

علامہ محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) نے اپنے رسالہ "الدر النضید فی کلمۃ اخلاص التوحید" میں تصریح کی ہے:

و ثبت التوسل بغيره بعد موته بإجماع الصحابة اجماعاً سكوتياً .(ص20)

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے غیر کا توسّل کرنا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

اقوالِ سلف اور مسئلہ توسل:

حضرات سلف صالحین مسئلہ توسل میں جواز کے قائل چلے آرہے ہیں، ذیل میں ہم بعض حضرات کا کلام نقل کریں گے تاکہ معاندین و منکرین پر حجت پوری ہو جائے۔

خلیفۂ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ (م40ھ)

عن أنس قال: "جاء أعرابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم وشكا إليه قلة المطر وجَدُوبَةَ السنة فقال: يا رسول الله لقد

أتيناك وما لنا بعير يَئِطّ ولا صبي يَصْطَبِحُ." فمد رسول الله صلى الله عليه وسلم يده يدعو فما رد يده إلى نحره حتى استوت السماء بأرواقها وجاء أهل البُطَاح يَضِجُّونَ يا رسول الله الطرق. فقال: حوالينا ولا علينا. فانجلى السحاب حتى أحدق بالمدينة كالإكليل فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه وقال: "لله در أبي طالب لو كان حيا لقرت عيناه. من ينشدنا قوله" فقام علي بن أبي طالب فقال: يا رسول الله لعلك أردت قوله:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ****ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

(کنز العمال: ج 8 ص 204 باب صلاۃ الاستسقاء، رقم الحدیث 23544)

کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بارش کی قلت اور خشک سالی کی شکایت کی اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی جانور نہیں رہا اور نہ کوئی آواز نکالنے والا بچہ رہا تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ نیچے نہیں فرمائے تھے کہ بادل برسا اور کھل کر برسا۔ تو جن لوگوں کے گھر پانی میں ڈوب رہے تھے وہ آئے اور چیخ وپکار کرنے لگے اور عرض کی: یا رسول اللہ! آمدورفت کے راستے ختم ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نہ برسا قریب والوں پر برسا تو بادل کھلا اور مدینہ کو اس طرح گھیر لیا جس طرح بہت کھانے والا (کھانے کو گھیر لیتا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور آپ نے فرمایا: ابو طالب کے کیا کہنے! اگر وہ آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں، ہمیں ابو طالب کا شعر کون پڑھ کر سنائے گا؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ کی مراد ان کا یہ شعر ہے:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ****ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

ترجمہ: آپ سفید (گندم گوں) ہیں، آپ کے چہرہ کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے، آپ یتیموں کے فریادرس ہیں، آپ بیواؤں کے نگہبان ہیں۔
اسے سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں میری مراد یہی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م 58ھ)

عن ابی الجوزاء اوس بن عبد الله قال قحط اهل المدينة قحطا شديدا فشكوا الى عائشة فقالت: انظروا الى قبر النبی صلی الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوًّا الى السماء حتى لا يكون بينه و بين السماء سقف قال: ففعلوا فمطرنا مطرا حتى نبعت العُشب و سمنت الابل حتى تفتقت من الشحم فسمي عام الفتق.

(سنن الدارمی: ج 1 ص 56 باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ، رقم الحدیث 92)

ترجمہ: حضرت ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگ شدید قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف دیکھو (یعنی آپ کی قبر پر جاؤ)، پھر آسمان کی طرف ایک روشندان بناؤ کہ آپ کے اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، تب بارش سے سیراب ہوئے حتیٰ کہ سبز گھاس اگی، اونٹ اتنے موٹے ہوئے کہ گویا چربی سے پھٹے جا رہے ہوں۔ تو اس سال کو تنگی والا سال قرار دیا گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م 179ھ)

ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا:

استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلی الله عليه و سلم؟ فقال: و لم تصرف وجهك عنه و هو وسيلتك و

وسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله يوم القيامة؛ بل استقبله واستشفع به فيشفعه الله. قال الله تعالى: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الاية

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: ج2ص26 الباب الثالث فی تعظیم امرہ ووجوب توقیرہ)

ترجمہ: میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ رہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلب گار رہیے، اللہ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ [م204ھ]

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی علی بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ:

انی لأتبرك بأبي حنيفة وأجيء إلى قبره في كل يوم يعني زائرا فإذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت إلى قبره وسألت الله تعالى الحاجة عنده فما تبعد عني حتى تقضى (تاريخ بغداد للخطيب: ج1ص101 باب ما ذكر في مقابر بغداد الخ)

ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دُعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت جلد میری دعا پوری ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ "الخیرات الحسان" میں تحریر فرماتے ہیں: واضح رہے کہ علماء اور اہل حاجات ہمیشہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کرتے اور اپنی حاجات براری میں ان کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ ان علماء میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔

(الخیرات الحسان: ص129)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات اہل بیت نبوی سے توسّل کرتے ہوئے یہ شعر فرمایا ہے، جسے علامہ ابن حجر الہیثمی نے نقل کیا ہے: شعر

ال النبی ذریتی وھم الیه وسیلتی *** ارجو بھم اعطی غدا بید الیمین صحیفتی

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اللہ تعالیٰ کی جانب میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان ہستیوں کے وسیلہ سے کل (قیامت) کے دن اللہ تعالیٰ میرا صحیفہ مجھے داہنے ہاتھ میں دے گا۔ (الصواعق المحرقہ: ج2ص524)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م241ھ)

علامہ یوسف بن اسماعیل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ کو وسیلہ بنایا تو ان کے بیٹے عبد اللہ کو تعجب ہوا، اس پر امام احمد بن حنبل نے فرمایا: امام شافعی رحمہ اللہ لوگوں کے لیے آفتاب اور بدن کے لیے صحت کی مانند ہیں۔

(شواہد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق: ص166)

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م279ھ)

آپ رحمہ اللہ نے ذواتِ مسلمین سے توسّل کو جائز رکھا ہے۔ چنانچہ جامع الترمذی کے ابواب الجہاد میں سے ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

باب ما جاء في الاستفتاح بصعاليك المسلمين. (جامع الترمذي: ج1ص299 كتاب الجهاد)

کہ یہ فقراء مسلمین کے وسیلہ سے مدد طلب کرنے کے بارے میں آئی ہوئی روایات کا باب ہے۔

پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ابغونی ضعفاء کم فإنما ترزقون وتنصرون بضعفائکم

ترجمہ: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: مجھے اپنے ضعفاء میں ڈھونڈو کہ تم لوگوں کو اپنے ضعفاء ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور مدد کی جاتی ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م505ھ]

آپ نے احیاء علوم الدین کے "مدینہ منورہ کی زیارت اور اس کے آداب" کے باب میں فرمایا کہ زائر جب روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے تو دیگر دعاؤں کے ساتھ یہ کلمات بھی کہے:

اللھم إنا قد سمعنا قولك وأطعنا أمرك وقصدنا نبيك متشفعين به إليك في ذنوبنا

(احیاء علوم الدین: ج1 ص308)

ترجمہ۔ اے اللہ! ہم نے آپ کا فرمان سنا اور آپ کے حکم کو مانا اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت طلب کرتے ہوئے آپ کا قصد کیا۔

امام نووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م676ھ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویستحب إذا کان فیھم رجل مشھور بالصلاح أن یستسقوا به فیقولوا: " اللھم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان ". روینا في " صحیح البخاري " أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه. کان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب.... وجاء الاستسقاء بأھل الصلاح عن معاویة وغیره.

(کتاب الاذکار للنووی: ص218 باب الاذکار فی الاستسقاء)

ترجمہ: یہ مستحب ہے کہ جب لوگوں میں کوئی آدمی پاکیزگی اور تقویٰ کے لحاظ سے مشہور ہو تو اس کے وسیلہ سے استسقاء کریں اور یوں کہیں:

اللھم إنا نستسقي ونتشفع إليك بعبدك فلان

کہ اے اللہ! ہم تیری جانب تیرے بندہ فلاں کے وسیلہ سے استسقاء کرتے ہیں اور ان کی شفاعت کی درخواست کرتے ہیں۔

جیسا کہ صحیح البخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء فرمایا اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اہل خیر و پاکیزہ لوگوں کے وسیلہ سے استسقاء کرنا بھی آیا ہے۔

امام کمال الدین بن الہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م861ھ)

آپ رحمہ اللہ "باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں فرماتے ہیں:

ثم یسأل النبي صلی الله علیه وسلم الشفاعة فیقول یا رسول الله أسألك الشفاعة یا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما على ملتك وسنتك...... ثم ینصرف متباکیا متحسرا على فراق الحضرة الشریفة النبویة والقرب منها

(فتح القدیر: ج3 ص169 وص174 کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا

ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

علامہ احمد بن محمد القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ [م 923ھ]

علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ نے "المواہب اللدنیۃ" میں لکھا ہے کہ:

وینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء و التضرع و الاستغاثة و التشفع و التوسل به صلی الله علیه و سلم

(المواہب اللدنیۃ: ج3ص417 الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف الخ)

ترجمہ: زائر کو چاہیے کہ بہت کثرت سے دُعا مانگے، گڑگڑائے، مدد چاہے، شفاعت کی دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1176ھ)

اپنی مشہور زمانہ کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

ومن ادب الدعاء تقدیم الثناء علی الله و التوسل نبیی الله لیستجاب

(حجۃ اللہ البالغۃ ج2ص6)

ترجمہ: اور دُعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کو مقدم کیا جائے تاکہ دُعا کو قبولیت کا شرف ہو۔

المہند علی المفند کا حوالہ:

علماء دیوبند کی اجماعی و متفقہ دستاویز "المہند علی المفند" میں تیسرا اور چوتھا سوال توسل کے متعلق تھا، حضرات علماء دیوبند کا متفقہ مسلک اس سوال و جواب میں ملاحظہ فرمائیں:

السوال الثالث والرابع: هل للرجل ان یتوسل فی دعواته بالنبی صلی الله علیه وسلم بعد الوفاة ام لا؟ ایجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشهداء واولیاء رب العالمین ام لا؟

الجواب: عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشهداء والصدیقین فی حیاتهم وبعد وفاتهم بان یقول فی دعائه اللهم انی اتوسل الیك بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذلك

(المہند علی المفند: ص36، 37)

ترجمہ:

تیسرا اور چوتھا سوال:

کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء، اولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی، آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

تنبیہ:

"المہند علی المفند" کی اس دور کے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ و دیگر عرب ممالک کے علماء کے ساتھ ساتھ اکابرین دیوبند مثلاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود

حسن ،مولانا مفتی عزیز الرحمٰن ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری ،مولانا محمد احمد قاسمی بن حضرت نانوتوی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مولانا محمد یحیٰی سہارنپوری وغیرہ نے تائید وتصدیق فرمائی تھی۔ گویا جوازِ توسل پر ان تمام حضرات اکابر ومشائخ کا اجماع واتفاق ہے۔ وللہ الحمد

مسئلہ توسل اور غیر مقلدین:

غیر مقلدین حضرات میں سے بعض حضرات نے مسئلہ توسل کا انکار کیا ہے اور بعض اس کو ثابت مانتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کے کچھ علماء کا ذکر کرتے ہیں جو توسل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی (م1250ھ)

غیر مقلدین کے پیشوا قاضی محمد بن علی شوکانی نے اپنی کتاب "تحفۃ الذاکرین" میں لکھتے ہیں:

ويتوسل إلى الله سبحانه بأنبيائه والصالحين أقول ومن التوسل بالأنبياء ما أخرجه الترمذي ... من حديث عثمان بن حنيف رضي الله عنه... وأما التوسل بالصالحين فمنه ما ثبت في الصحيح أن الصحابة استسقوا بالعباس رضي الله عنه عم رسول الله صلى الله عليه وسلم

(تحفۃ الذاکرین: ص56)

ترجمہ: اللہ کی جانب اس کے انبیاء اور صالحین سے توسل کیا جائے گا، انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنے کے باب سے وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے۔۔۔ صالحین سے توسل کرنے کے باب سے صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے استسقاء کیا۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ والی حدیث کہ "ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بار بار جاتا تھا الخ" کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفي الحديث دليل على جواز التوسل برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الله عز وجل

(تحفۃ الذاکرین: ص208)

ترجمہ: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کی جانب توسل کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ شوکانی نے اپنے رسالہ "الدر النضید" میں یہ بھی کہا ہے:

ان التوسل به صلى الله عليه وسلم يكون في حياته وبعد موته وفي حضرته ومغيبه

(الدر النضید: ص19، ص20)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل آپ کی حیات میں بھی ہوتا ہے، موت کے بعد بھی، آپ کے سامنے بھی، آپ کے پیچھے بھی۔

اس عبارت کو عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد نے "تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی" (ج4ص282) میں بھی نقل کیا ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد [م1338ھ]

علامہ وحید الزمان اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" میں لکھتے ہیں:

وقال الشوكاني من اصحابنا: لا وجه لتخصيص جواز التوسل بالنبي كما زعمه الشيخ عزالدين بن عبدالسلام والتوسل الى الله تعالى بأهل الفضل والعلم هو في الحقيقة توسل بأعمالهم الصالحة ومزاياهم الفاضلة. وقال في مقام اخر: لاباس بالتوسل بنبي من الانبياء او ولي من الاولياء او عالم من العلماء والذي جاء الى القبر زائرا اودعاالله وحده وتوسل

بذلك الميت كان يقول: اللهم انی اسألك ان تشفینی من كذا واتوسل اليك بهذا العبد الصالح. فهذا لاترددفی جوازہ انتهى مختصراً

(ہدیۃ المہدی: ص48، 49)

ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے قاضی شوکانی نے کہا ہے کہ "توسل کے جواز کو نبی (علیہ السلام) کے ساتھ خاص قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ عزالدین بن عبدالسلام نے گمان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب اہل فضل اور اہل علم کے ذریعے توسل کرنا درحقیقت ان کے اعمال صالحہ اور ان کے اوصاف فاضلہ سے توسل کرنا ہے۔" قاضی شوکانی ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ "انبیاء میں سے کسی نبی سے، اولیاء میں سے کسی ولی سے یا علماء میں سے کسی عالم سے توسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو بندہ قبر کے پاس آیا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس قبر والے سے اس طرح توسل کیا کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ فلاں مرض سے مجھے شفاء بخش اور اہل صالح بندہ سے تیری جانب توسل کرتا ہوں، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے" انتہی مختصراً۔

منکرین توسل کے شبہات جائزہ

شبہ نمبر 1:

قرآن کریم میں ہے کہ مشرکین خدا کو چھوڑ کر دیگر چیزوں کی عبادت کرنے کی وجہ یہ بتاتے تھے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ

(سورۃ الزمر: 3)

ترجمہ: ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

کافروں کا بھی یہی وطیرہ تھا اور متوسلین بالذات بھی بزرگوں کا توسل اسی لیے لیتے ہیں کہ اس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کریں، تو پھر ان میں اور اُن میں کیا فرق رہا؟

جواب:

اس آیت کریمہ میں "نَعۡبُدُهُمۡ" کی تصریح ہے اور غیر اللہ کی عبادت اور ان کو مصائب و حاجات میں براہ راست بلانے کا تذکرہ ہے جو شرکیہ عقائد کو متضمن ہے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے کام جو ان کے اختیار میں ہیں وہ خود کریں گے اور بڑے کام جو ان کے اختیار میں نہیں تو اس کے لیے ہمارے سفارشی بنیں گے اور وسیلے میں یہ باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وسیلہ میں مشکل کشا، عالم الغیب، متصرف الامور اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جاتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کو قبولیتِ دعا میں محض واسطہ سمجھا جاتا ہے۔ وسیلہ کی حقیقت کو سمجھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے وسیلہ اور مشرکین کے طرزِ عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ارشاد: توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ رحمت ہے المرء مع من احب میں، پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔ پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت و ثواب مانگتا ہے اور اولیاء اللہ کا موجب رحمت و ثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ متحابین فی اللہ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج21 ص48)

لہٰذا اس میں اور مشرکین کے طرزِ عمل میں بہت بڑا فرق ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا کم علمی ہے۔

شبہ نمبر2:

اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کے ذمہ کسی کا حق نہیں جیسا کہ مرقاۃ میں ہے" ولا یجب علی اللہ شیء خلافا للمعتزلۃ"

(مرقاۃ ج1 ص237 کتاب الایمان)

لہذا "بحق فلاں" کہنا کیسے درست ہوگا؟!

اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان او بحق انبیائك او رسلك لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق

(ہدایۃ: ج4 ص211)

جب کہ متوسلین "بحق فلاں" کے ذریعے توسل کے قائل ہیں

جواب:

جس طرح لفظِ "حق" وجوبی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح "تفضلی واستحسانی" طور پر بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً:

1: قرآن مجید میں ہے: " ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ " (سورۃ یونس:103)

ترجمہ: پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے (جس طرح ان مؤمنین کو ہم نے نجات دی تھی) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔

2: ایک دوسرے مقام پر ہے: " وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ " (سورۃ الروم:47)

ترجمہ: اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

3: حدیث مبارک میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من قال حین یمسی رضیت باللہ ربا وبالإسلام دینا وبمحمد نبیا کان حقا علی اللہ أن یرضیہ

(جامع الترمذی: ابواب الدعوات- باب الدعا اذا اصبح واذا امسیٰ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شام کے وقت یہ دعا پڑھے: " رضیت باللہ ربا وبالإسلام دینا وبمحمد نبیا " تو اللہ کے ذمہ ہے کہ اسے (قیامت کے دن) راضی کرے۔

ہمارا اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ کوئی چیز اللہ پر واجب نہیں۔ اس لیے ہم وسیلہ میں "حق" کو تفضلی معنیٰ استعمال کرتے ہیں نہ کہ وجوب کے معنیٰ میں۔ فقہاء کرام نے بھی جہاں اس دعاءِ وسیلہ کو مکروہ لکھا ہے جس میں "حق" بمعنیٰ وجوبی ہے جس کی طرف "لاحق للمخلوق علی الخالق" سے اشارہ ملتا ہے۔

لہذا اللہ پر حق وجوبی کا عقیدہ رکھتے ہوئے دعا میں بحق فلاں کا لفظ استعمال کرنا مکروہ ہے اور حق سے مراد غیر وجوبی یعنی تفضلی و استحسانی کے ساتھ دعا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

شبہ نمبر3:

اللہ کا دربار ہر وقت کھلا ہے۔ اللہ خود فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾ [سورۃ البقرۃ:186] لیکن قائلین توسل براہِ راست خدا سے عرض و معروض کرنے کی بجائے ان بزرگوں کے واسطوں اور وسیلوں کے قائل بنتے ہیں۔

جواب نمبر 1:

یہ سوال اس وقت ہو سکتا ہے جب غیر اللہ سے مانگا جائے اور وسیلہ میں غیر اللہ سے نہیں مانگا جاتا بلکہ انبیاء اور اولیا کے وسیلہ سے خدا مانگا جاتا ہے کیونکہ اس طرح دعا کی قبولیت میں اثر ہوتا ہے کہ وہ دعا جو وسیلہ سے مانگی جائے جلد قبول ہوتی ہے۔

جواب نمبر 2:

ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ توسل بالذات کے بغیر دعا قبول ہی نہیں ہوتی بلکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ توسل کو دعا کے قبول ہونے میں دخل ہے، جیسے زمان، مکان اور افراد کے بدلنے سے قبولیت دعا کی سرعت میں فرق آنا ظاہر ہے۔ مثلاً

☆ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ۔

(جامع الترمذی ج2 ص187 باب بلا ترجمۃ ابواب الدعوات، السنن الکبریٰ للنسائی ج6 ص32 مایستحب من الدعاء دبر الصلوات المکتوبات)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

☆ بیت اللہ میں دعا کرنا اجابت کے زیادہ قریب ہے بنسبت عام مسجد اور اپنے گھر میں دعا کرنے سے۔

☆ نبی اور ولی دعا کرے تو اس کی قبولیت بنسبت عام آدمی کے زیادہ ہے۔

جواب نمبر 3:

اگر توسل بالذات شرک ہے، جائز نہیں کیونکہ اللہ کا دربار ہر وقت کھلا رہتا ہے کسی کے واسطے کی ضرورت نہیں تو پھر ہم قائلین توسل بالدعاء والاعمال سے پوچھتے ہیں کہ اس دلیل کی بناء پر توسل بالاعمال بھی ٹھیک نہ ہونا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ کے دربار میں واسطہ جائز نہیں تو پھر اعمال پیش کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ لہٰذا جس توسل بالاعمال جائز ہے اسی طرح توسل بالذات بھی جائز ہے۔